

سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر ایک مختصر کتاب

زُبدۃ الآثار

تلخیص

بہارِ جناتِ لائبریری

تألیف لطیف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و ترجمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

مکتبہ نبویہ لاہور

سلطان العارفين، زبدة الواصلين، غوث زماں،
قطب دوراں حضرت سلطانی باہو
رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت !
ز چشم استیں بردار و گوہر را تماشا کن



گب سلطانی
محمد انور حمیہ

نام کتاب	زبدۃ الآثار لمختص بہجۃ الاسرار
تصنیف	شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ
ترجمہ	پیرزادہ علامہ اقبال احمد قاری
مقدمہ	حضرت مولانا فیض احمد صاحب فیض جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف
پیشکش	سید بشیر حسین طاہری
اہتمام	جناب ڈاکٹر محمد انور حمیہ
سرورق	حافظ محمد یوسف سیدی
کتابت	محمد شریف گل
تصحیح	جناب محمد عالم مختار حق
طابع	مندرت پرنٹرز لاہور
بار اول	ربیع الاول ۱۳۹۵ھ
قیمت	۲۱۹۷۵ روپے [مجلد مطلقاً: ۱۰ روپے]

مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ - لاہور

فہرست

۷۶	بیت المقدس ایک قدم پر	۳۰	خوش الثقلین رضی اللہ عنہ
۷۶	جناب غوث اعظمؒ کے مراتب	۳۰	مدنی مذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ
۷۸	جناب غوث الاعظمؒ کا قیمتی لباس	۳۱	بن اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں
۷۹	خوارق جناب غوث الاعظمؒ	۳۱	طلب وقت کی روایت
۸۰	ماہ و سال کی جناب غوثیت میں حاضری	۳۲	حضرت ابوالوفاء کا ادب
۸۲	تیرہ آدمیوں کی دستگیری	۳۲	شیخ ابوالوفاء کی خواہش
۸۵	ایک تاجر کا واقعہ	۳۳	صدیقی دعویٰ مذہ قدمی
۸۷	علوم فلسفہ کی مضبوطی	۳۳	نبیاء اور اولیاء کے احکام میں امتیاز
۸۸	حضرت غوث الاعظمؒ کا جلال	۳۶	جناب غوث الاعظمؒ متقدمین اور متاخرین کی نظر میں
۸۹	واقعہ زغن	۳۹	حضرت غوث الاعظمؒ کی نگاہ جلال کے اثرات
۸۹	واقعہ مرغ بریاں	۴۰	آب میں کشف کا مکمل علم
۸۹	تابینا اور مفلوج صحت پا گئے	۴۱	شیخ شہاب الدین کا فلسفہ کلام
۹۱	رافضی تائب ہو گئے	۴۲	ہدم من بر قدم مصطفیٰ است
۹۱	مرد غیب بارگاہ غوثیت میں	۴۳	سب وصنات جناب غوث الاعظمؒ
۹۱	بغداد سے نہادند کا سفر	۴۸	برزندان غوث الاعظمؒ
۹۳	جنات سے لڑکی کی رہائی	۵۲	جناب غوث الاعظمؒ کے ظاہری و باطنی علوم
۹۴	مخلوق کے دل میری مٹھی میں ہیں	۵۵	جسمیہ بھی الدین
۹۵	بغداد میں آتش زنی	۵۶	طرینہ روحانیت
۹۵	شیخ ابوبکرؒ کی حالت سلب	۵۷	جناب غوث الاعظمؒ کا غائب ہونا
۹۷	عباد کا دعویٰ	۵۸	بحال الغیب اور جنوں کی حاضری
۹۹	شیخ حماد دباسؒ کا ہاتھ اور عالم برزخ	۶۰	شیاطین کا حملہ اور شکست
۱۰۲	بخار کا علاج	۶۰	شیاطین کے مکر و فریب
۱۰۳	خشک کھجوریں سرسبز ہو گئیں	۶۱	دور شیطانی کی تاریکی
۱۰۳	سرکار غوث اعظمؒ کا اخلاق عالیہ	۶۲	مداد سے شوستر کا سفر
۱۰۹	جناب غوث الثقلینؒ کے احباب	۶۲	حضرت شیخؒ کے بدن پر پتھی نہیں چبھتی تھی
۱۱۰	ایک مرید کا حیرت انگیز واقعہ	۶۳	جلس وعظ میں سانپ
۱۱۳	شمع کا نور اور اس کی حقیقت	۶۵	غوث الاعظمؒ کا وعظ
۱۱۵	حلی مشکلات و حاجات کے لیے نوافل	۶۵	سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آبِ وہن
۱۱۵	جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات طیبات پر ایک نظر	۶۸	جلس غوث اعظمؒ میں انبیاء کی تشریف آوری
۰۱۲۶	ذکر وصال مبارک	۷۰	طلب احوال اولیاء
۱۲۷	سلسلہ عالیہ قادریہ کے آداب	۷۱	کلام غوث پاک میں اثر
		۷۲	جلس غوث الاعظمؒ کی روحانی صدا

غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا فیض احمد فیض صاحب مدظلہ العالی
صدر مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ اہل محبت و ولایت کے لیے مشعلِ راہ رہی ہے۔ جناب غوثیت مآب ولایت و روحانیت کے مینارۂ نور کی حیثیت سے کائنات ارضی پر جلوہ گر ہوئے اور اسلام کی روحانی زندگی کو مشارق و مغارب کی پہنائیوں میں نافذ کرتے ہوئے دنیا سے اسلام کی روحانی بارگاہیں آپ ہی کی نگاہِ کرم سے منور ہوئیں اور ولایت کے تمام سلاسل آپ سے ہی فیض یاب ہوتے رہے۔ وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے موسس ضرورتاً مگر سلاسل اربعہ کے شہنشاہ آپ کے ہی باجگزار رہے۔

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا
مزرعِ چشت بخارا و عراق و اجمیر کون سی کشت پہ برسا نہیں جھال تیرا
گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے دل ٹوٹ گئے کشف ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا
تاج فرق عرفا کس کے قدم کو کیسے سر جسے باج دیں وہ پاؤں پہ کس کا تیرا
حضرت شیخ محدث دہلوی (مولف کتاب زبدۃ الآثار) سلسلہ قادریہ کے جید عالم دین ہیں۔ انھوں نے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ غوثیت مآب میں اپنی عقیدت کا اظہار کر کے آپ کے مختصر سے حالات جمع کر دیے ہیں جو مدنیہ ناظرین ہیں۔

دنیا سے ولایت کے واقفانِ اسرار اس بات پر متفق ہیں کہ تمام روحانی سلاسل سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وساطت سے پھیلے۔ نقشبندیہ سلسلہ حضرت امام جعفر صادق کے واسطے سے آپ کے جدِ مادری سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسلک ہے ورنہ قادریہ، چشتیہ، اویسیہ، رفاعیہ، مولویہ، شاذلیہ، شطاریہ اور بندگیہ وغیرہ اسی منبع و مرجع کے مہزون احسان ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے جناب سیدنا محی الدین ابی محمد عبدالقادر

جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دین کے سلسلے میں وہ بطل جلیل اور رہبر عظیم ہیں، جن کے دستِ برکت نے دینِ اسلام کو ایک مثالی شکل میں مریض پر حیات نو بخشی اور چار دانگ عالم میں محی الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ علماء محدثین اور اکابر سلف کی ایک کثیر تعداد نے آپ کے فضائل اور مناقب میں ضخیم کتب تحریر کی ہیں۔ ان میں سے مسندِ درجہ ذیل یہاں عربی زبان میں دستیاب ہو سکتی ہیں اور بعض کے اردو اور فارسی ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں:-

۱۔ نور الناظر فی اخبار شیخ عبد القادر، از علامہ ابوبکر عبد اللہ ترمیزی عراقی

۲۔ ہجۃ الاسرار، از علامہ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف شنفونی

۳۔ رأس المغاخر فی مناقب الشیخ عبد الفتاح، از امام عبد اللہ ابن السعد الیافعی الشافعی

۴۔ دُرُ الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر، از علامہ سراج الدین ابوحفص عمر ابن علیؒ

۵۔ روضۃ الناظر فی مناقب الشیخ عبد الفتاح، از علامہ مجد الدین فیروز آبادی مصنف "قاموس اللغات"

۶۔ الاروض الزاہری فی مناقب الشیخ عبد الفتاح، از علامہ ابوالعباس احمد قسطلانی صاحب "مواہب اللدنیہ"

۷۔ نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبد القادر، از علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی صاحب "مرقاہ شرح مشکوٰۃ"

حضرت غوث الاعظم دُنیا کے تمام اولیاء اللہ کے سردار اور نبوت کے بعد ولایت کے اُس مقامِ اقصیٰ پر فائز ہیں، جہاں اور کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوتی۔ اُس جناب کی ولادت ۷۴۷ھ میں ہوئی۔ اکانوے برس کی عمر پائی اور ۸۵۲ھ میں وصال ہوا۔ ولادت کی تاریخ لفظ عاشق سے اور عمر شریف لفظ کمال سے نکلتی ہے۔ اسی طرح سن وصال کے الفاظ بحساب الحجۃ معشوق الہی ہیں۔ لہذا کیا خوب کہا ہے:-

سینش "کابل" و عاشق "تولد" و صاحبش "داں ز معشوق الہی"

پیدائش کے وقت عالمِ اسلام کی حالت

تاریخ کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے کہ جناب غوث الاعظم کی پیدائش سے قبل دُنیا سے اسلام پر زوال و انحطاط عمومی کا دور شروع ہو چکا تھا۔ اگرچہ بظاہر اسلامی سلطنتوں کے اقتدار کا سلسلہ اُنڈس سے لے کر ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا مگر اندر ہونی طور پر حالات نہایت خراب و ناگفتہ بہ تھے۔ دُنیا سے اسلام کی مرکزی طاقت یعنی خلافت بغداد بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اور باقی ہر طرف طوائف الملوک کا دور دورہ تھا۔ سیاسی و معاشرتی لحاظ سے ہر جگہ انتشار تھا۔ علامہ شبلی نعمانی ہدایتِ سلیمان ندوی نے اپنی تاریخی کتابوں اور علامہ ابن جوزی نے المنظم میں اُس وقت کے اسلامی ممالک کے جو حالات تحریر کیے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکاری، فسق و فجور، سیاسی ابتری اور اخلاقی انحطاط انتہا کو پہنچ چکے تھے۔

اُنڈس میں امیر عبد الرحمن اموی کی قائم کردہ حکومت کی مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ یورپ کی عیسائی حکومتیں موقع کی تاک میں تھیں کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کریں۔

مصر میں سلطنت باطنیہ عبیدہ جسے علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں دولتِ جمیشہ کے نام سے پکارا ہے احمد اور بے دینی کے نظریات پھیلا رہی تھی۔ اُس کے ارباب اختیار نے جس قدر اسلامی اقدار کو نقصان پہنچایا، اُس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد وہ لوگ عراق و حجاز پر حملے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ گویا مسیحی دنیا کی متحدہ قوت اسلام کو مٹانے پر تلی ہوئی تھی۔

مشرق وسطیٰ میں دولت عباسیہ کا وجود برائے نام ہوتا جا رہا تھا اور سلجوقی و دیگر ماتحت سلاطین خانہ جنگیوں میں مبتلا تھے جس سلطان کی طاقت بڑھ جاتی، بغداد میں اُسی کا خطبہ شروع ہو جاتا۔

افغانستان و ہندوستان کے شمال مغربی علاقے میں سلطان محمود غزنوی کے جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور ہندو راجے ہمارے اپنے سابقہ شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کے لیے صلاح مشورے کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت بھی گر چکی تھی طبقہ اُمراء عیش و عشرت میں مبتلا تھا۔ مشرق وسطیٰ کے ایک افسانہ نگار کے رئیس ابن مردوان کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اُس کی حرم سرا میں صرف گانے بجانے والی لونڈیوں کی تعداد پانچ صد کے قریب تھی اور بقول امام یافعی قرطبہ کے ایک امیر معتمد نامی کے ہاں ایسی آٹھ صد عورتیں تھیں ہسپانیہ کے نقاب پوش سلاطین کے دور میں اسلامی پردہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ مردوں نے نقاب پہننا شروع کر دیا تھا اور عورتیں کھلے منہ پھرتی تھیں۔ بدکاری و شراب نوشی عام تھی عوام کا تو ذکر ہی کیا، اُمراء، سلاطین اور علماء تک وجاہت پرستی اور دُنیوی عیش کا شکار تھے۔

مذہبی اور روحانی صورت حال اس سے بھی بدتر تھی۔ قرامطہ اور باطنیہ نیز اہل رفض و اعتزال و علمائے سور کے فتنوں اور لاتعداد پیدائش ہو جانے والے دیگر فرقوں نے اسلام کے مرکزی شہر بغداد تک میں اُدھم مچا رکھا تھا۔ ہر روز بے شمار مشائخ، علماء، اُمراء اور دیگر سرکردہ مسلمان فرقہ باطنیہ کی سازشوں اور خبیثہ خون آشام کارناموں کا شکار ہو رہے تھے۔ مشہور زمانہ سلجوقی وزیر نizam al-Mulk طوسی اور اُس کے بعد ۸۵۵ھ میں سلجوقی فرماں روا ملک شاہ بھی ان خدانا ترس قاتلین کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ یونانی فلسفہ الگ اسلامی عقائد و نظریات کی جڑیں کھوکھلی کر رہا تھا اور علمائے اسلام اس سے متاثر ہو کر دین سے بتدریج دور ہوتے جا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسٹر گین و دیگر یورپین مؤرخوں نے اس زمانے کو دُنیا کے اسلام کا ایک تاریک دور شمار کیا ہے۔

امام غزالیؒ "احیاء العلوم" میں اس زمانے کے علماء کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ہر وقت شہیہ، سُستی، جنسی اور اشہری مناظرات میں مصروف رہتے تھے۔ گالی گلوچ اور کشت و خون تک نوبت پہنچا ایک معمولی بات تھی۔ اور کچھ نہ ہو تو صدر نشینی پر ہی جھگڑا کھڑا ہو جاتا تھا۔ معاشرے کا یہی وہ سیاسی اور روحانی ادبار تھا، جسے آں حضرتؒ نے مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک قرار دیا تھا۔ صحیح "بستہ" میں بالفاظ مختلف یہ حدیث شریف تحریر ہے: "خدا کی قسم، غربت و افلاس کا تھما لے متعلق مجھے کوئی خوف نہیں، بلکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دُنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور پھر جیسے تم سے پہلی اُمتوں میں مُقابلے کا بازار گرم ہوا، اُسی حالت میں تم بھی مبتلا ہو جاؤ گے یعنی اس حالت میں اغیار نہیں بلکہ خود مسلمان ہی مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے ہو جائیں گے۔"

اسی روحانی ادبار کے متعلق فیض الباریؒ تعلیقات بخاریؒ میں بھی علامہ انور شاہ کشمیری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آں حضرتؒ نے فرمایا: پانچویں صدی کے قریب میری اُمت پر آفت کی ایک چکی چلے گی۔ اگر اس سے یہ بچ نکلے تو پھر کچھ مدت کے لیے اسے استقامت حاصل ہو جائے گی۔

چنانچہ ان حالات میں ایک ایسی ہی روحانی قوت کی ضرورت تھی، جو تمام طاغوتی طاقتوں کو مغلوب کر کے اپنے

عالم گیر اثر کے باعث بنی نوع انسان کو از سر نو دین اسلام پر قائم کرے اور دین کی تقویت و غلبہ کا موجب ہو۔ جس کی نظر میں تمام کائنات رانی کے ایک دانے کے برابر ہو جس کا علم علوم الہیہ کا اور جس کی طاقت قادرِ حقیقی کی قدرت کا منظر ہو جو سلطانِ الوقت اور موجبِ تہریحات اکابرین دین متصرف علی الاطلاق ہو، جو نوعِ انسانی کو مادیت کی ذلتوں، نفس پرستیوں اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر روحانی بلندیوں اور اخلاقی استواریوں سے روشناس کرائے۔ ان کمالات و تصرفاتِ روحانی کا حامل اُمتِ مرحومہ کا یہی بطلِ جلیل اور مردِ عظیم تھا، جسے قیامت تک دنیا پیران پیر، غوثِ الاعظم اور مہی الدین کے مبارک ناموں سے پکارتی رہے گی۔

بے شک کلیدِ قفلِ درِ مددِ ہوشم
اولادِ حق صیبطِ رسولِ حُسنِ ہوشم

یہ اسی مبارک و کریم النفس انسانِ کامل کی برکت تھی کہ نہ صرف دین اسلام سنبھل گیا اور مسلمانوں کے اندرونی و بیرونی حالات اصلاح پذیر ہونا شروع ہو گئے بلکہ اُن میں اُس فتنہِ عظیم سے نبرد آزما ہو کر ایمانِ سلامت لے نکلنے کی صلاحیت و حوصلہ بھی پیدا ہو گیا جو کہ آں جناب کے وصال کے تقریباً نصف صدی بعد تاری طوفان و غارت گری کی صورت میں قیامتِ صغریٰ بن کر نمودار ہوا اور دُنیا سے اسلام پر ٹوٹا۔

حضرت غوثِ الاعظمؒ نے اپنے ان خداداد کمالات کا بطورِ تحدیثِ نعمت قصیدہِ غوثیہ میں ذکر فرمایا ہے حضرت شاہ ولی اللہ بھی ہمعات میں اس کے متعلق فرماتے ہیں :-

”اصل نسبتِ حضرت غوثِ الاعظمؒ نسبتِ اویسیہ است بامزجہ از برکاتِ نسبتِ سکینہ بایں معنی کہ ایں کس مراد و محبوبِ نقطہ کہ با ذاءِ ذاتِ الہیہ است در شخصِ اکبر، در ضمنِ حُبِ نفوسِ فلکیہ ملائعہ اعلیٰ و اروحِ کملِ گردو۔ و از راہِ ایں حُبِ سیلانِ کندِ بروئے تجلی از تجلیاتِ الہیہ کہ جامع است میانِ ابداع و خلق و تدبیر و تدلی۔ و ظاہر شود اُنسے و برکتے کہ انتہا ندارد۔ دریں صورتِ قصدِ ایں کمال و توجہِ بدارِ کردہ باشد یا نہ۔ گویا امرے عظیم بغیرِ ارادہ و سہ ظہور می کند۔ ازینجاست کہ حضرت غوثِ الاعظمؒ بے تفاخر و کلماتِ کبر یا یہ متکلم شدہ اند و تسخیرِ عالم از ایشان ظاہر می شد۔“ (جمعہ ۱۶)

ترجمہ :- حضرت غوثِ الاعظمؒ کی اصل نسبتِ نسبتِ اویسیہ ہے جس میں نسبتِ سکینہ کی برکات بایں معنی شامل ہیں کہ یہ شخص ذاتِ الہیہ کی ذال کے نقطے کی طرح شخصِ اکبر میں اروحِ کاملہ و ملائعہ اعلیٰ کے نفوسِ فلکیہ کی محبت میں محبوب و مراد بن جاتا ہے اور اس مقامِ محبوبیت کے ذریعے اُس کے ارادہ و توجہ کے بغیر تجلیاتِ الہی میں سے وہ تجلی جو ابداع، خلق، تدبیر و تدلی کی جامع ہے، اُس پر ظہور کرتی ہے جس کے باعث ایسے اُنس و برکات کا ظہور ہوتا ہے جن کی انتہا نہیں۔ گویا انتظامی امورِ کائنات خود بخود ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں اسی وجہ سے حضرت غوثِ الاعظمؒ نے کلماتِ فخریہ فرمائے ہیں اور اُن سے تسخیرِ عالم کا ظہور ہوا ہے۔

اس کی تائیدِ قربِ نوافل کی حدیثِ قدسی گنتُ لہ سَمْعًا وَ بَصَرًا وَّ یَدًا وَّ لِسَانًا بَی یَا خُذْ وَ بَی یَنْطِشْ وَ بَی یَمِشْ سے بھی ہوتی ہے، جس کا مطلب ہے کہ جب سالک اپنی صفات و ذات کو مٹا کر فنا فی الصفات و الذات حق تعالیٰ ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے مُتَّصِف و باقی ہو جاتا ہے حق تعالیٰ ہی اُس کے کان، آنکھ،

ہاتھ زبان بن جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ہی وہ پکڑتا، حملہ کرتا اور چلتا پھرتا ہے۔ یعنی ہر لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات طاقتوں کا مظہر بن جاتا ہے اور کائنات میں متصرف ہوتا ہے۔

غوث الاعظم کی تشریف آوری بغداد

حضرت غوث الاعظمؒ ۷۸۹ھ میں بغداد تشریف لائے اور آپ کے ورود بغداد کے ساتھ ہی روحانیت کا کچھ ایسا معنوی دور چلا کہ عراق میں بڑے بڑے وجاہت پسند علماء اور اُمراء میں روحانی انقلاب نمودار ہونا شروع ہو گیا۔ لوگ دین کی طرف زیادہ راغب ہو گئے۔ علماء جو وجاہت ذاتی کے لیے باہم دست و گریبان رہتے تھے، عبادات ریاضات میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوششوں میں لگ گئے۔ امام غزالی جن کا ظاہری طور پر تو حضرت غوث الاعظمؒ سے استفادہ ثابت نہیں، آپ کی تشریف آوری بغداد کے وقت صدارت نظامیہ پر متمکن تھے اور علمی شان و شوکت کے ساتھ ریشمی چٹنے اور عبا میں زیب تن کر کے نظامیہ بغداد کی صدارت پر جلوہ گر ہو کر تے تھے۔ حضرت غوث الاعظمؒ کی محض تشریف آوری کے روحانی اثر سے ظاہری وجاہت ترک کر کے طریقت و سلوک کی طرف متوجہ ہو گئے اور بقیۂ عمر مرقبہ ہریت کے خلاف جہاد میں بسر کی۔

شیعہ بستی اور ضللی، اشعری تنازعات ختم ہو گئے۔ سلجوقیوں کی خانہ جنگی بھی جس میں مسلمانوں کا بے شمار اتلاف جان ہو رہا تھا، بتدریج بند ہو گئی۔

حضرت غوث الاعظمؒ کے مسند ارشاد پر تشریف فرما ہوتے ہی آپ کے خلفاء و شاگرد مشرق و مغرب میں پھیل گئے اور آپ کی تعلیم کے مطابق تبلیغ و احیائے دین کے مبارک مشن کو اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ ہر ملک میں عوام و خواص اللہ کے رنگ میں رنگے جانے لگے اور آپ کی ذات گرامی کا پیران پیر و غوث الاعظمؒ کے اقتاب گرامی سے چار دانگ عالم میں شہرہ ہو گیا۔

آپ کے روحانی تصرفات

آپ کے مبارک دور میں عراق و عرب کی تذکرہ بالا اصلاحی صورت میں آپ کے ساتھ آپ کے خلیفہ حضرت عبدالقادر اور ان کے بعد ان کے بھتیجے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ سعدی شیرازی کی مساعی جمیلہ کو بھی دخل تھا۔

اندلس میں حضرت عماد بن یاسر اندلسی جو حضرت عبدالقادرؒ مذکورہ صدر کے خلیفہ تھے اور حضرت ابو مدین مغربی و حضرت شیخ محمد الدین ابن عربی کے ارشاد و تبلیغ اور کشف و کرامات کے باعث موحّدین کی سلطنت معرض وجود میں آئی جس کی وجہ سے اس نواح میں آئندہ کئی صد سالوں کے لیے اسلام کو استحکام نصیب ہو گیا۔ حضرت عماد بن یاسر کے خلیفہ حضرت نجم الدین کبرئی تھے جن کے سلسلہ ارادت سے حضرت شمس الدین تبریزی، شیخ بہاؤ الدین (والد حضرت مولانا رومؒ) اور مولانا فخر الدین ازیٰ جیسے سرآمد روزگار ظاہر ہوئے۔

(حضرت قبلہ عالم گورکھی قدس سرہ العزیز کے سلسلہ ہائے طریقت میں سے ایک قادری سلسلہ تو حضرت شیخ عبدالقادر کے

واسطے سے اور دوسرا قادریہ جزیہ سلسلہ آپس کے جد امجد حضرت میراں شاہ قادریہ قیص و جناب غوث پاکؒ کے منجھلے صاحبزادے حضرت شیخ عبد الرزاقؒ کے واسطے سے جو حضرت قبلہ عالم کے جد اعلیٰ بھی ہیں، حضرت غوث الاعظمؒ سے جاملتا ہے۔ گویا حضرت قبلہ عالم جسمانی و روحانی ہر دو طور پر حضرت سرکار بغدادؒ کی اولاد ہیں (

مصر کی حکومت باطنیہ بھی آپس ہی کے وقت میں زوال پذیر ہو کر بالآخر ۱۵۶۷ء میں یعنی آپس کے وصال کے بعد پانچ سال کے اندر اندر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئی اور اُس کی جگہ سلطان نور الدین زنگیؒ اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ بساط حکومت پر نمودار ہوئے جنہوں نے مرکزی خلافت سے تعلق جوڑ کر اپنی سلطنتوں کو وحدت اسلامی میں منسلک کرتے ہوئے عباسی خلیفہ کا نام خطبے میں پڑھوانا شروع کیا اور پھر اپنے اپنے وقت میں یورپ کی متحدہ صلیبی طاقت کو کئی لڑائیوں میں کمر توڑ شکستیں دے کر بیت المقدس کو آزاد کرالیا۔ امام یافعیؒ اور ابن اثیرؒ نے اپنی کتب تاریخ میں ان دیندار حکمرانوں کی تعریف میں نہایت شرح و بسط سے تحریر کیا ہے۔

ان ہی ایام میں غزنویوں کی تباہ شدہ سلطنت کی جگہ غوری خاندان نے ہندوستان میں ایک نئی اور وسیع تر اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی جس میں حضرت غوث الاعظمؒ کے قریبی عزیز و فیض یافتہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیریؒ کا بھی ہاتھ تھا۔ بعد میں آپس کے خلفاء و شاگردوں اور مشائخ پشت اہل بہشت اور مشائخ شہروردیہ حضرت شیخ بہاؤ الدینؒ زکریا، شاہ صدر الدین عارفؒ، ابوالفتح شاہ رکن عالم ملتانؒ، سید جلال الدین بخاریؒ اوجی، مخدوم جہانیاں جہان گشت اوجی و جناب لعل شہباز قلندر سندھی وغیرہ بزرگان نے اس برصغیر میں دور و نزدیک اپنی ان تھک مرامی سے لوگوں کو دولت اسلام سے سرفراز فرمایا۔

گویا حضرت غوث الاعظمؒ اور آپس کے بلا واسطہ و بالواسطہ فیض یافتگان کی کوششوں سے نہ صرف دین اسلام میں نئی زندگی نمودار ہوئی بلکہ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اُس کی روحانی قوت دفاع اس حد تک بیدار و استوار ہو گئی کہ جب ساتویں صدی کے آغاز میں یعنی ۶۱۵ء میں تاتاریوں کی قیامت خیز یغار سے نصف صدی یعنی ۶۵۶ء تک اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بچ گئی تو ظاہری حالات کے تقاضوں اور عام توقعات کے برعکس، اسلام کا چراغ گل ہونے کی بجائے نہ صرف روشن رہا، بلکہ صرف پچیس سال کے اندر اندر یعنی ۶۸۰ء تک خود ان غارت گروں کو اپنا حلقہ بگوش بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ سچ ہے ے

چراغے را کہ ایزد برفسوزد کے کو ثق زند ریشش بسوزد

اور یہ معرکہ کسی شاہی لشکر یا دنیوی طاقت سے سر نہیں ہوا، بلکہ اُسی سلطان الوجود، قطب الوقت، خلیفۃ اللہ فی الارض و ارض کتاب و نائب رسول، المتصرف فی الوجود علی التتبع، مظہر اسمائے الہی، غوث الاعظم و بکیر کے روحانی تصرف کا اعجاز تھا کہ دشمنان اسلام نے اسلام قبول کر کے اس کی وہ خدمات انجام دیں کہ باید و شاید۔

تاتاریوں کا قبول اسلام

تاتاریوں کے قبول اسلام کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ تاتاریوں کے غلبے کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک غراسانی بزرگ اشارۂ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس پہنچے۔

وہ شکار سے واپس آ رہا تھا اور اپنے محل کے دروازے پر اس درویش کو دیکھ کر بانڈاز متحیر و حیرت کئے لگا کہ اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ میں بھی اپنے مالک کا کتا ہوں اگر میں اپنی جان نشاری و وفاداری سے اُسے خوش کر پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ آپ کے کتے کی دم اچھی ہے جو آپ کی فرمان برداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے۔ تگودار خان پر اس انداز گفتگو کا بہت اثر ہوا اور اُس نے آپ کو اپنا مہمان رکھ کر آپ کی تعلیم و تبلیغ کے زیر اثر درپردہ اسلام قبول کر لیا۔ مگر اُسے اس خیال سے ظاہر نہ کیا کہ ناسازگاری حالات کے پیش نظر کہیں اپنی قوم کی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے بعد ازاں اُن کو یکسر رخصت کر دیا کہ کچھ عرصہ بعد تشریف لائے گا تاکہ میں اس دوران اپنی قوم کو ذہنی طور پر یہ نیا مذہب قبول کرنے کے لیے تیار کر سکوں۔ وہ درویش واپس وطن تشریف لے گئے، مگر چونکہ وقت پورا ہو گیا تھا اس لیے بعض اہل داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بھصداق ہر چہ پدر تو انست، پسر مت مگنہ کچھ عرصے بعد اُن کے صاحب زادے باپ کی جگہ حسب وصیت تگودار خان کے پاس پہنچے تو اُس نے کہا کہ باقی سرداران قوم تو قریباً مائل ہو گئے ہیں، مگر ایک سردار جس کے پیچھے کافی جمعیت ہے، آمادہ نہیں ہو رہا ہے۔ حضرت نے تگودار خان کے مشورے سے اُسے بلوایا اور تبلیغ فرمائی، مگر اُس نے کہا، میں ایک سپاہی ہوں جس کی ساری عمر جنگ میں گزری ہے۔ میں صرف طاقت میں ایمان رکھتا ہوں، اگر آپ میرے پہلوان کو کشتی میں پھینا دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ یہ بات سُن کر آپ نے تگودار خان کے منع کرنے کے باوجود اُس سردار کا چیلنج منظور کر لیا اور مقابلے کے لیے تاریخ و وقت کا تعین کر کے اجتماع ناظرین کے خیال سے اعلان عام کر دیا۔ تگودار خان نے بہتیرا کہا کہ ایک تاملی نوجوان پہلوان سے ایک سن رسیدہ و کمزور جسم درویش کا مقابلہ نا انصافی اور قتل عمد کے مترادف ہے، مگر مخالفت سردار نے کہا کہ یہ مقابلہ ہو کر رہے گا۔ اول تو اس لیے کہ اس درویش کے قتل سے اس قسم کے دوسرے دخل درمحتولات کرنے والوں کو عبرت ہوگی اور دوم اس لیے کہ خان اعظم یعنی تگودار خان آئندہ اس قسم کے چلتے پھرتے لوگوں کی باتوں کو درخور اعتناء نہ سمجھا کریں گے۔

پاساں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

چنانچہ مقررہ دن ہزار ہا مخلوق کی موجودگی میں مقابلہ ہوا۔ حضرت نے جاتے ہی ایک طمانچہ اس زور کا اُس تاملی پہلوان کے منہ پر رسید کیا کہ اُس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی اور لوگوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے! انہیں کیا معلوم کہ یہ منہی قسم کا درویش کس کا پہلوان تھا۔

تری خاک میں ہے اگر شر تو خیال فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدریؑ

چنانچہ اُس کا یہ اثر ہوا کہ نہ صرف اُس سردار نے حسب وعدہ میدان میں نکل کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا، بلکہ اکثر حاضرین بھی اسلام لے آئے اور تگودار خان نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنا نام احمد رکھا۔ تاریخ میں اُس کا یہی نام (۱۲۸۱ء تا ۱۲۸۴ء) تحریر ہے۔ اپنے دورِ اقتدار میں اُس نے سلاطین مصر سے بھی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی لیکن تاملی جرنیلوں نے بالعموم اُس کے اسلام لانے کو پسند نہ کیا اور بغاوت کی احمد

باوجود مقابلہ کے کامیاب نہ ہو سکا اور شہید ہوا۔ مورخین نے اس واقعہ کو قدرت کی ایک عجیب ستم ظریفی قرار دیا ہے کہ باب یعنی ہلاکو خان تو اسلام اور عرب تہذیب کو تباہ کرے اور بیٹا، یعنی احمد (تگودار خان) اسی تہذیب اور اسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کر دے۔

اگرچہ اس واقعہ سے تاتاریوں میں اشاعتِ اسلام کی رفتار قدرے سست پڑ گئی، مگر چونکہ دوسری طرف ہلاکو خان کا ایک چچا زاد بھائی "برک" (۱۲۵۶ء تا ۱۲۶۶ء) بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوریؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر چکا تھا اور پھر احمد یعنی تگودار خان کے بھتیجے کے بیٹے غزن محمد (۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۴ء) نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس لیے وسط ایشیا کی تاتاری حکومت، تاتاری اسلامی حکومت میں بدل گئی۔ اس غزن محمد کے خلاف بھی اُس کے جرنیلوں نے تبدیل مذہب کے باعث بغاوت کی، مگر وہ سب کو شکست دے کر غالب آنے میں کامیاب ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً تمام تاتاری قبائل اسلام لے آئے۔

ہر بنائے کُنہ کا باداں کُنہند اول آں بنیاد را ویراں کُنہند

ایک وہ وقت تھا کہ تاتاری کفار کے ابتدائی حملے کے وقت سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ نے بقول مشہور یہ کہہ کر اپنا گھوڑا ٹوٹا لیا تھا کہ اُسے ملائکہ اور اولیاء اللہ کی ارواح چنگیزی لشکر کے سروں پر سایہ فلک یہ کہتی نظر آتی ہیں: **آيْتَهَا الْكَفَرَةُ أَقْتُلُوا الْفَجْرَةَ** (اے کافرو! ان فاجروں کو قتل کرو) جس کے نتیجے میں لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا خون بہا۔ اور ایک وقت یہ آیا کہ ایک تنہا درویش نے اپنی قوتِ یلٰہی کا مظاہرہ کر کے لاتعداد تاتاریوں کو حلقہ گروش اسلام کیا۔ گویا ہر دو صورتوں میں مشیتِ ایزدی، حسب تقاضائے وقت و احوال اُسی تجبلی کی شانِ تدبیر کا فرما تھی۔ سچ ہے ع "ازماست کہ برماست" آیاتِ ذیل:-

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں ہے جو بستیوں کو زبردستی ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔

کیا ان لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں، وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں، تو انہیں اُن کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیں۔

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اُس کی پکڑ سخت

تکلیف دہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ (رعد: ۱۱)

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ (هود: ۱۱۷)

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصْبَنَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ۔

(الاعراف: ۱۰۰)

وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذًا أَلِيمٌ شَدِيدٌ (هود: ۱۰۲)

(تکلیف دہ ہے۔)

اسی کو ثابت کرتی ہیں کہ جب کوئی قوم اپنی بد اعمالیوں کے باعث صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک کر کے اُس کی جگہ کوئی دوسری قوم دین کی خدمت کے لیے لاکھڑا کرتے ہیں۔

جب احیائے دین کے ظہور کامل کا وقت آتا ہے تو غلاموں سے سلاطین تک پاکیزہ زندگی کے نمونے بن جاتے ہیں سلطان قطب الدین ایبک ارکان دین کی پابندی کے ساتھ ساتھ غریب پروری و مسکین نوازی کے سبب لکھ و نامت مشہور ہوتا ہے سلطان شمس الدین التمش جناب قطب الدین بختیار کاکی کے حسب وصیت اُن کی نماز جنازہ پڑھا کر عصر کی سنتوں اور تہجد کے نوافل کا ہمیشہ ادا کرنے والا اور جنسی پاکیزگی کا مرقع ثابت ہوتا ہے اور سلطان ناصر الدین محمود سرکاری خزانے کو پبلک کی امانت سمجھتے ہوئے کتابت قرآن کو اپنا اور اپنے اہل خانہ کا ذریعہ معاش بناتا ہے۔ اُمراء و سلاطین تبلیغ اسلام میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبند، خواجہ غریب نواز، حضرت گنج شکر اور غوث بہاؤ الحق کے احکام کی خدام خانہ زاد کی طرح تعمیل کرتے ہیں اور ان خدمات کے صلے میں ہندو چین جیسے کفرستانوں کے تحت و تاج سات سات اور آٹھ آٹھ سو سال کے لیے اپنے خاندانوں کے لیے وقف کر لیتے ہیں۔

غوث الاعظم کے کوائف زندگی

صاحب ہجرت الاسرار حضرت غوث الاعظم کی ولادت باسعادت رمضان ۷۸۳ھ کی چاند رات بمقام قصبہ جبال علاقہ جیل ہونا تحریر کرتے ہیں جیل طبرستان سے کچھ آگے بحیرہ اخضر کے قریب کے علاقے کا نام ہے۔ آپ والد کی طرف سے حسنیٰ اور والدہ کی طرف سے حسینیٰ یعنی نجیب الطرفین تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید ابوصالح ولی کامل تھے۔ اور جنگ و جہاد سے بہت انس رکھنے کی وجہ سے جنگی دوست مشہور تھے۔ حضرت غوث الاعظم کے نانا بزرگوار سید عبد اللہ صومعی بھی جیلان کے مشہور مشائخ و رؤساء میں سے تھے۔

کہتے ہیں کہ عنفوان شباب میں سید ابوصالح بہ سلسلہ ریاضات ایک دریا کے کنارے بارے تھے۔ اور کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ دریا کے کنارے پر ایک سیب پڑا ہوا دیکھا تو بسم اللہ کہہ کر کھالیا۔ کھانے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ یہ نہیں کس کا سیب تھا جو میں نے بلا اجازت کھالیا ہے۔ اس لیے پریشانی کے عالم میں دریا کے ساتھ ساتھ سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے تاکہ اُس سے اجازت حاصل کریں چند فرلانگ کی مسافت کے بعد دریا کے کنارے سیبوں کا ایک باغ نظر آیا جس کے درختوں سے پکے ہوئے سیب پانی پر لٹکے ہوئے تھے۔ سید ابوصالح سمجھ گئے کہ وہ سیب ان ہی درختوں کا تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ باغ سید عبد اللہ صومعی کا ہے۔ لہذا اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر بصد ادب بلا اجازت سیب کھا لینے کے لیے معافی کے خواستگار ہوئے۔ سید عبد اللہ چونکہ خود خاصانِ خدا میں سے تھے، سمجھ گئے کہ نیک و ہونہار نوجوان ہے۔ چنانچہ کچھ عرصے کے لیے باغ کی رکھوالی کی شرط پیش کر کے کہا کہ اتنا عرصہ یہ خدمت انجام دو۔ اس کے بعد معافی کے متعلق غور کیا جائے گا۔ آپ نے رضائے الہی کی خاطر یہ خدمت منظور کر کے نہایت دیانتداری سے وقت معین تک اسے انجام دیا اور پھر حاضر خدمت ہو کر معافی کے طلب گار ہوئے۔ سید عبد اللہ نے فرمایا، ایک شرط اور باقی ہے، وہ یہ کہ میری ایک لڑکی آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری، ہاتھوں سے لٹی اور پاؤں سے لنگڑی ہے۔ اُسے نکاح میں قبول کر دو تو بلا اجازت سیب کھانے کی معافی دے دی جائے گی۔ حضرت ابوصالح نے قبول کیا۔ اور بعد نکاح جب اپنی بیوی کو اُن تمام ظاہری عیوب سے مبرا ہونے کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری سے بھی متصف پایا تو خیال گزرا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے اور غلطی کے خیال سے بحال پریشان گھر سے باہر نکل آئے۔ حضرت عبد اللہ نے فراست باطنی سے

پریشانی خاطر کا سبب معلوم کر کے کہا کہ اُسے بیٹے! یہی تمہاری بیوی ہے اور میں نے اس کی جو صفات تم سے بیان کی تھیں وہ سب صحیح تھیں۔ یہ اندھی ہے کہ آج تک کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہیں پڑی۔ یہ بہری ہے کہ کبھی خلاف حق بات نہیں سُنی۔ نیز کبھی خلاف شرع کام نہ کرنے اور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کی وجہ سے نجی اور لنگڑی بھی ہے۔ حضرت ابو صالح بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت غوث الاعظمؒ ان دو پاکباز ہستیوں کی اولاد تھے۔ آپؑ کی پیدائش کے وقت آپؑ کی والدہ ماجدہ اُم النخیر سیدہ فاطمہؑ کی عمر شریف ساٹھ سال بیان کی جاتی ہے۔ آپؑ مادر زار ولی کامل تھے۔ آپؑ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے ولی ہونے کا علم اُس وقت سے ہو گیا تھا، جب کم سنی میں مکتب کو جاتے ہوئے اپنے آگے پیچھے فرشتوں کو دیکھتا تھا۔ جو میرے ساتھ چلتے، میری حفاظت کرتے اور مکتب پہنچنے پر لڑکوں کو کہتے کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔

آپؑ کے والد و ناما بزرگوار کا انتقال آپؑ کی کم سنی میں ہی ہو گیا تھا، اس لیے آپؑ کی سرپرستی اور تعلیم و تربیت کا اہتمام سربراہ آپؑ کی والدہ ماجدہ کے ذمے رہا۔ ایام طفولیت میں کبھی بچوں کے ساتھ کھیلنے کے خیال سے باہر نکلتے تو آواز آتی "إِلٰی یَا مُبَارَکْ" اُسے برکت والے! میری طرف آ۔ آپؑ سم کر والدہ محترمہ کی گود میں جانیٹھتے اور کھیل کا خیال ترک کر دیتے۔

جوان ہوئے تو ایک مرتبہ بیل لے کر بل چلانے کے ارادے سے اپنی زمین کی طرف جا رہے تھے کہ بیل نے مُڑ کر دیکھا اور بزبان انسان کہا "مَا لِهَذَا خُلِقْتَ وَلَا بِهَذَا أُمِرْتَ" یعنی اے عبد القادر! آپ کو اس لیے نہیں پیدا کیا گیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ آپؑ گھبرا کر واپس آ گئے۔ مکان کی چھت پر چڑھے تو دیکھا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ نبی اللہ شریف کو جا رہا ہے۔ اُتر کر والدہ ماجدہ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو تحصیل علوم اور زیارت بزرگان سے فیضیاب ہونے کے لیے بغداد چلا جاؤں۔ آپؑ کی عمر اُس وقت اٹھارہ سال کے قریب تھی اور والدہ ماجدہ کی اٹھتر سال۔ وہ باچشمِ پرہیزگاری و نیاز، جو جناب غوث الاعظمؒ کے والد بزرگوار نے ترکے میں چھوڑے تھے، نکال لائیں۔ چالیس دینار غوث الاعظمؒ کے پیرامین میں سی دیئے اور چالیس اُن کے چھوٹے بھائی کے لیے رکھ لیے۔ پھر اُن سے ہمیشہ سچ بولنے کا عہد لے کر انہیں خدا کے سپرد کیا اور کہا کہ اب قیامت کے روز ملاقات ہوگی۔

اثنائے راہ جب قافلہ ہمدان سے آگے نکلا تو ڈاکوؤں کے گروہ نے اُسے لوٹ لیا۔ ایک ڈاکو نے سخت غوث الاعظمؒ سے پوچھا کہ لڑکے! تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں، چالیس دینار ہیں۔ ڈاکو کو یقین نہ آیا اور مذاق سمجھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے ڈاکو نے بھی آکر یہی سوال کیا اور وہی جواب سُن کر اپنے سردار سے سرسری طور پر اس کا ذکر کیا۔ سردار نے آپؑ کو بلوا کر پوچھا تو آپؑ نے اُسے بھی سچ سچ بتا دیا اور پیرامین چاک کرنے پر چالیس دینار برآمد ہو گئے۔ اس پر ڈاکوؤں کا سردار احمد بدوی سخت متعجب ہو کر بولا کہ لڑکے! تمہیں معلوم ہے، ہم رہزن ہیں جو مسافروں کا مال لوٹتے ہیں۔ پھر تم نے ہم پر ان دیناروں کا بھید کیوں ظاہر کر دیا جسے تم نہایت آسانی سے خفیہ رکھ سکتے تھے۔ غوث الاعظمؒ نے فرمایا، میں نے وقتِ رخصت اپنی ضعیف والدہ سے سچ بولنے کا استدار کیا تھا، اس لیے چالیس دیناروں کی خاطر خلاف عہد کیوں کرتا؟ سردار پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بہت رویا اور کہنے لگا۔ اُسے نیچے! تجھے اپنی ماں کے ساتھ عہد کا اتنا پاس ہے اور حیف ہے

مجھ پر جو اتنے سالوں سے اپنے خالق کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پس پشت ڈالے ہوئے ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اُس کے رُفقت نے بھی اُس کی موافقت کی کہ رہزنی میں تو ہمارا سردار تھا تو توبہ میں بھی تو ہی ہمارا مستند رہ۔ اور تمام لوٹا ہوا مال قافلہ والوں کو واپس کر دیا۔ بہتہ الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تائب گروہ کو داسلین باللہ میں سے کیا۔

بغداد پہنچ کر مشیت ایزدی کے تحت فقر و فاقہ، مجاہدات و ریاضات شاقہ اور تحصیل علم میں جس قدر مشقت آپ نے برداشت کی، اُس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ چالیس سال اشرفیاں تو چند روز میں ہم درس طلبہ و مساکین کی ضروریات پر خرچ ہو گئی تھیں۔ عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ قوتِ لایوت کے لیے دجلہ کے کنارے نکل جاتے اور گری پڑی سبزی ترکاری اٹھا کر شکم پُر کر لیتے۔ ایک مرتبہ بین روز تک کچھ نہ مل سکا تو کسریٰ کے محلات کے کھنڈروں کی طرف نکل گئے تاکہ کوئی مباح چیز مل سکے۔ وہاں دیکھا کہ ستر اویار اللہ اسی طلب میں پھرتے تھے۔ اُن کے لیے رُکاوٹ بننے کے خیال سے واپس آگئے تو ایک آشنا جو آپ ہی کی تلاش میں تھا، ملا اور سونے کا ایک ٹکڑا دیا کہ والدہ محترمہ نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اور اُس سے ایوان کسریٰ کے کھنڈروں میں واپس جا کر اُن مردانِ خدا اور دیگر فقراء کی بھی خدمت کی اور شام تک سب کا سب راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔

بغداد کے قریب ایک ویرانے میں پُرانا بُرج تھا۔ اس بُرج میں آپ نے گیارہ برس تک شب و روز عبادت و ریاضت کی، جس کی وجہ سے اُس بُرج کا نام بُرجِ عجی پڑ گیا۔ آپ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں نے اپنے پروردگار سے عہد کیا کہ میں اُس وقت تک کچھ نہ کھاؤں پوؤں گا جب تک کوئی دوسرا مجھے میرے مُنہ میں نُعمہ دے کر نہ کھلائے گا۔ متواتر چالیس روز بغیر کھائے پئے گزر گئے۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور کھانا میرے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے میرے نفس نے چاہا کہ کھانا کھا لے، لیکن میں نے اُس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور نفس "الْجُوع" یعنی ہائے بھوک! ہائے بھوک! پکارتا رہا۔ اسی اثناء میں حضرت شیخ ابو سعید مخزومیؒ اُدھر سے گزرے اور فراستِ باطنی سے اُس شور پر آگاہ ہو کر قریب تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا اے عبد اللہ! یہ شور کیسا ہے؟ میں نے کہا، یہ اضطرابِ نفس ہے، مگر رُوحِ یادِ الہی میں مطمئن ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ میرے غریب خانے پر چلو، اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ میں نے دل میں کہا، جب تک یہاں سے کوئی خود نہ لے جائے گا، اُس وقت تک نہ جاؤں گا۔ ابھی اسی خیال میں تھا کہ حضرت علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے حضرت ابو سعیدؒ کے مکان پر لے گئے۔ جہاں دروازے میں شیخ ابو سعیدؒ کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا عبد اللہ! دریا کیا میرا کہنا کافی نہ تھا کہ حضرت علیہ السلام کے کہنے کی ضرورت پڑی؟ یہ کہہ کر مجھے گھر میں لے گئے اور اپنے ہاتھ سے میرے مُنہ میں نُعمہ ڈال کر کھانا کھلایا۔

عشقِ فارغ کردار دنیا و مافیہا مَرَا

اس دورانِ دنیوی اور شیطانی طاقتیں بھی غافل نہیں رہی تھیں ایک ات متذکرہ بالا کھنڈروں میں دنیا اپنی مثالی

صورت میں آراستہ و پیراستہ ہو کر اپنی تمام تر دلکشیوں اور دلربائیوں کے ساتھ آپ کے سامنے آئی اور یادِ الہی سے غافل کرنا چاہا۔ مگر آپ نے اپنے جدِ اعلیٰ مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت کی پیروی میں فرمایا۔ مجھ سے دُور رہ کہ میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں۔ جب تائیدِ ایزدی سے وہ بے نیل مرام واپس لوٹ گئی تو آپ نے بطورِ تحریثِ نعمت فرمایا۔

عشقِ فارغ کرد از دنیا و مافیہا مرا کے تواند بُرد از رہِ عشوہِ دُنیا مرا
ایک دفعہ ابلیس آپ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے مجھے اور میرے اتباع کو بہت تکلیف دی ہے اس لیے میں آیا ہوں کہ آپ کی خدمت اور تابعداری میں رہوں ابھی وہ بات کر ہی رہا تھا کہ ایک ہاتھ غیب سے نمودار ہوا اور اُسے زمین میں دھنسا دیا۔

مُدعی آنے لگا راز کی اس محفل میں غیب کے ہاتھ نے جھٹ سینے میں اس کے مارا
ایک دوسرے موقع پر وہ نیزہ آتشیں سے مسلح ہو کر آیا تو غیب سے ایک شمشیر برہنہ آپ کے ہاتھ میں آگئی۔ جسے دیکھتے ہی وہ بھاگ گیا۔

اسی طرح ایک رات جب کہ آپ عراق کے ایک بے آب و گیاہ صحرائیں مسرُوف عبادت تھے آپ کو ایک روشنی نظر آئی، جس نے تمام آسمان کو منور کر دیا اور اُس میں سے آواز آئی "اے عبدِ العتاد! میں تیرا پروردگار ہوں اور تیری عبادت سے راضی ہو کر تجھے اپنی عبادت کی تکلیف سے آزاد کرتا ہوں" حضرت غوثِ الاعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ظاہری و باطنی علوم میں نگاہ کی تو کہیں اس صورت کا جواز نظر نہ آیا اور میں نے خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس علومِ مرتبت کے عمر بھر عبادت کے مکلف و پابند رہے۔ اُن کو عبادت کی تکلیف سے معافی نہ ملی تو اور کوئی کیونکر اس سے آزاد ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے لاجول پڑھا تو شیطان اصلی صورت میں سامنے آکر کہنے لگا، "میں نے اس مقام پر بہتیرے عبادت گزاروں کو گمراہ کیا، مگر اے عبدِ العتاد! آپ اپنے علم کے زور سے بچ نکلے" میں نے پھر لاجول پڑھا اور کہا، دُور ہو مرُود! میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں، بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی تائید اور فضل و کرم سے محفوظ رہا ہوں۔ اس پر وہ سر پٹنے لگا کہ آج میں آپ سے قطعاً مایوس ہوا۔ آئندہ آپ پر وقت ضائع کرنا بے سود ہے۔ میں نے کہا، میں تمہاری کسی بات کا اعتبار نہیں کرتا اور ہمیشہ تمہارے مکر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہوں گا۔

مُحی الدِّینؒ

سیدنا غوثِ الاعظمؒ ۷۸۹ھ میں خلیفہِ مستطہر باللہ عباسی کے عہد میں بغداد تشریف لائے۔ اور تیس سال کی مدت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکی و مدنی زمانہ تبلیغ کا عرصہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ظاہری و باطنی ہر طرح کی تکمیل فرما کر مُحی الدِّینؒ کے لقب سے ملقب فرما کر مسندِ ارشاد و عنایت فرمائی۔ بہجۃ الاسرار میں تحریر ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے مشہور خلائق لقب "مُحی الدِّین" کے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ ۸۱۱ھ میں ایک جمعہ کے روز میں سفر سے پابرجہ بغداد کی طرف واپس آ رہا تھا

کہ ایک نہایت ہی لاعلم اور نحیف بیمار پر میرا گزر ہوا۔ اُس نے کہا: سلام علیک یا عبد الفتاد! میں نے سلام کا جواب دیا۔ کہنے لگا: مجھے اٹھاؤ۔ میں نے اٹھا کر بٹھلادیا تو اچانک اُس کا چہرہ بارونق اور جسم موٹا تازہ ہو گیا۔ میں حیران ہوا تو کہنے لگا: تعجب کی بات نہیں۔ میں آپ کے جد پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہوں۔ جو مردہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے مجھے نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔ آپ مٹھی الدین ہیں۔ چنانچہ جب میں جامع مسجد کی حدود میں داخل ہوا تو ایک شخص نے اپنا جوتا اُتار کر مجھے پہننے کو دیا، اور یاسیدی مٹھی الدین کے الفاظ سے مخاطب کیا۔ نماز جمعہ تمام ہوئی تو لوگ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور یا مٹھی الدین یا مٹھی الدین پکارتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسے دینے لگے۔ حالاں کہ اس سے پہلے کبھی کسی نے مجھے اس نام سے نہیں پکارا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے ایمان باطنی اعتقاد کا۔ اور دین ان ہر دو کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ گویا دین وہ جامع نظام ہے جو بنی نوع انسان کے مقام و اعمال، ظاہر و باطن، صورت و معنی، روحانیت و جسمانیت پر مشتمل ہے۔ ایسے نظام کا احیاء نبی مرسلاً یا اُس کے کامل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں۔ اگرچہ آل حضرت نے ہر صدی کے سرے پر ایسی بستیوں کی نشان دہی فرمائی ہے، جن سے تجدید دین کا فریضہ انجام پذیر ہوتا ہے، مگر تجدید اور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہے۔ مجددین کی فہرست میں ابتداء سے لے کر اس وقت تک بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے ہیں۔ مگر مٹھی الدین کا لقب کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ امر پائے ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ احیاء میں کا اہم ترین فریضہ حقیقتہً جناب غوث الاعظم کی ذات گرامی قدر ہی سے پائے تکمیل کو پہنچا اور یہ عظیم الشان لقب صرف آپ ہی کے وجود مسعود پر صادق آتا ہے۔

آپ کی مجالس و عطا

یہ نفاذ الاعظم ہفتے میں قریباً تین بار مجالس و عطا منعقد فرماتے تھے۔ وعظ کیا ہوتا تھا، علم و حکمت کا ایک ٹھاٹھیں، آداب اسرار ہوتا تھا، لوگوں پر وجدانی کیفیات طاری ہو جاتی تھیں بعض اپنے گریبان چاک کر لیتے اور کپڑے چھاڑ لیتے تھے اور بعض بیہوش ہو جاتے تھے۔ کئی مرتبہ لوگ بحالت بے ہوشی واصل بحق ہو جاتے۔ آپ کی مجالس میں علاوہ رجال الغیب، جنات، ملائکہ اور ارواح طیبہ کے، عام سامعین کی تعداد ستر ستر ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ اور آپ کی آواز دور و نزدیک بیٹھے ہوئے سب لوگ یکساں سنتے۔ اُس دور کے اکثر نامور مشائخ بالائے امم ان مجالس میں حاضری دیتے تھے آپ سے بحشرت خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ آپ کی مجالس کا انعقاد بغداد میں ہوتا، مگر آپ کے مبعصر اولیاء اللہ یعنی حضرت شیخ عبد الرحمن طفصونجی اور شیخ عدنی بن مسافر وغیرہم اپنے اپنے شہروں میں اُس وقت پر اپنے اپنے ارادت مندوں اور شاگردوں کے ہمراہ دائرے بنا کر بیٹھ جاتے اور نہ صرف حضرت غوث الاعظم کے مواعظ سنا کرتے بلکہ انہیں قلمبند بھی کرتے۔ پھر جب کبھی بغداد آنے کا موقع ملتا، اور آپ کی مجلس میں قلمبند شدہ تحریرات کے ساتھ موازنہ کرتے تو سرسوفرق نہ پایا جاتا۔

ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ بحالت کیف آپ کی دستار مبارک کا ایک بیچ کھل گیا۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین مجلس نے بپاس ادب اپنے سروں سے عمامے اُتار کر آپ کے منبر کے نیچے پھینک دیئے جب وعظ ختم ہونے پر آپ کے حکم سے سب لوگوں نے اپنی اپنی دستاریں اٹھالیں تو ایک زمانہ سر بند پڑا رہ گیا۔ لوگوں کو حیران دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اصفہان میں ہماری ایک عارفہ بہن رہتی ہیں، جنہوں نے جوش عقیدت میں اپنے سر بند اُتار کر پھینک دیا ہے۔ آپ نے وہ سر بند اپنے دو ش مبارک پر رکھا۔ جہاں سے وہ فوراً غائب ہو گیا۔

موازنہ عقل و عشق

آج راڈار اور ٹیلی ویژن کے زمانے میں ان حقائق سے کچھ وہی لوگ انکار کر سکتے ہیں جو روحانیت سے سرسبز نا آشنا ہوں۔ دورِ حاضر کا سب سے بڑا سائنسدان آئن سٹائن کہہ گیا ہے کہ میں نے ریڈیو دوربین کے ذریعے ایک ایسا کہکشاں تو دیکھ لیا ہے جو زمین سے دو کروڑ نواری سال کے فاصلے پر ہے، یعنی روشنی جو فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل طے کر جاتی ہے، وہاں دو کروڑ سال میں پہنچے گی، لیکن جہاں تک کائنات کی سرحدیں معلوم کرنے کا تعلق ہے۔ اگر میری عمر ایک ملین یعنی دس لاکھ سال بھی ہو جائے، تو بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس اس نورِ ازل سے منور سراجِ منیر حضرت غوث الاعظم اس کائنات کے متعلق قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں:-

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا كَخَزَائِنٍ عَلٰی حُكْمِ الْاِصْصَالِ

(اللہ تعالیٰ کے تمام بلاد میری نظریں اس طرح ہیں جیسے ہتھیلی پر ایک راہی کا دانہ)

اس سے مادیت اور روحانیت کا اور عقل و احساس اور عشق کا مگر کافر کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں :-

حسابِ عمر صد عاشق بجز بگذرد یک دم حسابِ یک دم عاشق بصدِ محشر نمی گنجد

یعنی محشر کے دن سو سنس دانوں کی عمروں کا حساب طرۃ العین میں ختم ہو جائے گا، مگر عاشق کی زندگی کے ایک لمحے کا حساب سو محشر بھی بپا ہوں تو ختم نہیں ہو سکے گا۔

اقلم ولایت کی شہنشاہی

حضرت غوث الاعظم کی کرامات کی کثرت پر تمام مورخین کا اتفاق ہے، مگر آپ کی سب سے بڑی کرامت جس کی بدولت آپ دُنیا سے ولایت کے شہنشاہ مانے گئے۔ یہ ہے کہ ایک مرتبہ محلہ حلبہ میں اپنے مہمان خانے میں وعظ فرماتے ہوئے آپ پر حالت کشفی طاری ہوئی اور آپ نے فرمایا :-

قَدْ مَيَّ هَذِهِ عَلَى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيٍّ اللّٰهُ

(میرا یہ مقدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔)

اس مجلس میں عراق کے سب اکابر مشائخ موجود تھے۔ سب نے یہ ارشاد گرامی سُن کر اپنی گردنیں خم

کر دیں۔ اور تمام کُڑا اَرْض پر جہاں جہاں کوئی قُطب، ابدال یا دلی تھا، ہر ایک نے آپؐ کے یہ الفاظ سُن کر گردن جھکا دی اور عارفِ کامل شیخ علی بن ابونصر الہیتیؒ نے جو مجلس میں حاضر تھے، اُٹھ کر آپؐ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا۔ بعد میں اُنہوں نے اپنے ارادت مندوں کے استفسار پر بتلایا کہ سید عبدالعتاٰر نے یہ بات از خود نہیں کہی بلکہ اسے کہنے کا اُنہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

خواجہ غریب نوازِ چشتی کا سر جھکانا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اُن دنوں خراسان کے پہاڑوں میں مجاہدات و ریاضات میں مشغول تھے۔ آپؒ نے بھی رُوحانی طور پر جناب غوث الاعظمؒ کا مندرجہ بالا ارشادِ گرامی سُن کر اپنی گردن اس قدر خم کی کہ پیشانی زمین کو چھونے لگ گئی، اور عرض کی: قَدْ مَالَ عَلَى رَاسِي وَعَيْنِي (آپؐ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہوں) حضرت غوث الاعظمؒ نے اس اظہارِ نیاز سے متاثر ہو کر مجلس میں فرمایا کہ سید غیاث الدین کے صاحبزادے نے گردن جھکانے میں سبقت کی ہے جس کے باعث عنقریب ولایتِ ہند سے سرفراز کیے جائیں گے۔

شیخ صنعان کا انکار و توبہ

اصفہان کے ایک ولی اللہ شیخ صنعانؒ جناب غوث الاعظمؒ کے ہم عصر تھے۔ دریائے علم و عرفان کے زبردست شناور تھے اور کرامات و خوارق اُن سے بکثرت سرزد ہوتے تھے۔ غوث الاعظمؒ کا مذکورہ بالا فرمان رُوحانی طور پر انہوں نے بھی سنا، مگر آں جنابؒ کا مرتبہ کمال پہچاننے میں ٹھوکر کھا جانے کے باعث گردن خم کرنے میں متامل ہوئے۔ جس پر اُسی وقت اُن کی ولایت و بصیرت سلب ہو گئی اور تہی دامن ہو جانے کی وجہ سے ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا، بالآخر اُن کے ایک ارادت مند کی عاجزی و خدمت گزاری کے باعث جناب غوث الاعظمؒ نے مُتوجہ ہو کر اُنہیں کُفر سے بچالیا۔ اور توبہ کرنے پر منصب بحال ہوا۔

اس فرمان کا مفہوم

جناب غوث الاعظمؒ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اِن الفاظ کے متعلق یہ تو سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بحکمِ الہی کے گئے تھے، مگر وسعتِ فرمان کے معاملہ میں موجودہ دور کے بعض حضرات نے اختلاف کیا ہے، اُن کا خیال ہے کہ آپؐ کا یہ فرمان صرف اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص تھا، کیونکہ اولیائے متقدمین میں حضراتِ صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ اور اولیائے مستأخرینؓ میں حضرت امام ہندیؒ بھی شامل ہیں لیکن اکثریت اور اکابرین کی رائے یہ ہے کہ اس قول کے تحت آپؐ کے زمانہ کے اولیائے حاضر و غائب کے علاوہ، تمام اولیائے متقدمین و متأخرین بھی آتے ہیں۔ اور اولیاء سے مراد وہ ولی اللہ ہیں جو اصحابؓ و ائمہ اہل بیتؑ وغیرہ کے مختص ناموں سے منسوب نہیں۔

تصرفات بعد از وصال

آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے اور بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ جاری رہے گا جیسا کہ فضائل اہل بیت کرامؑ کے ضمن میں پہلے ذکر ہو چکا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مقام جذب و ولایت کا فاتح اول قرار دیتے ہوئے جناب سیدۃ النساء، حسنین شریفین و بقیۃ ائمہ اہل بیت کرام کو اسی نسبت کے اقطاب بیان فرما کر سیدنا غوث الاعظمؒ کی اس مقام میں ایک خصوصی شان تحریر کی ہے۔ نیز اپنی کتاب "ہمعات" کے مبعہ امیں لکھا ہے :-

"و در اولیائے اُمت و اصحاب طُرُق اقولے، کیسکہ بعد تمام راہ جذب باگد و جُوہ، بہ اصل این نسبت (اویستہ) میل کردہ است و در آن جا بوجہ اتم قدم زدہ است، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند و لہذا گفتہ اند کہ ایشان در قبر خود مثل احویا تصرف می کنند۔"

"اور اُمت کے اولیائے عظام میں سے راہ جذب کی تکمیل کے بعد جس شخص نے کامل و مکمل طور پر اس نسبت اویستہ کی اصل کی طرف رجوع کر کے وہاں کامل استقامت سے قدم رکھا ہے وہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آں جنابؒ اپنی قبر شریف میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ نے آں جنابؒ کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ دور و نزدیک ہر جگہ کیاں تصرف فرماتے ہیں آپ اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والے تمام اولیائے کرام کے لیے حصول ولایت اور وصول فیض کا وسیلہ کبریٰ اور واسطہ عظمیٰ ہیں۔

شیخ عبدالحق بلخیؒ نے اپنی کتاب "خوارق الاجاب فی معرفۃ الاقطاب" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ڈیڑھ سو سال بعد بخارا میں ایک درویش بہاؤ الدین نامی پیدا ہوگا، جو ہم سے ایک خاص نعمت کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ نے میدان سلوک میں قدم رکھا تو حضرت خضرؒ کے اشارے پر حضرت غوث الاعظمؒ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر الغیث، الغیث، یا محبوب سبحانی پکارتے ہوئے سو گئے اور خواب میں آں جنابؒ کے فیوض و برکات سے سرفراز ہوئے۔

اسی طرح فضائل اہل بیت کرامؑ کے ضمن میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک مکتوب کا حوالہ بھی آچکا ہے جس میں وہ ائمہ اہل بیت کرامؑ کے بعد منصب قطبیت کبریٰ کا حضرت غوث الاعظمؒ کی ذات گرامی سے منحصر ہونا بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"وصول فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء تو تخطی شریف او مفہوم می شود، چہ این مرکز غیر او را میسر نہ شدہ۔ ازیں جاست کہ فرمودہ

أَفَلَتِ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَ شَمْسُنَا أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعَالِي لَا تَعْرُبُ
"اس راہ میں برکات و فیوض کا حصول، اقطاب و نجباء کو جو بھی ہوں، آپ ہی کے توسل سے

ہوتا ہے، کیونکہ یہ مرکزی حیثیت آپ کے بغیر کسی دوسرے کو میسر نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ نے اس شعر میں فرمایا ہے کہ

”اگلوں کے آفتاب غروب ہو گئے، مگر ہمارا آفتاب بلندی کے اُفق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا، اور کبھی غروب نہ ہو گا، یعنی مجھ سے پہلے حضرات کے لیے دائرہ ولایت کا مرکز ہونے کا شرف وقتِ معین کے لیے تھا، مگر میرے لیے یہ مقام ابدی و سرمدی ہے۔“

روح المعانی میں حضرت مجدد سے نقل ہے کہ قطبیت کبریٰ کا مقام حضرت امام مہدیؑ تک جناب غوث الاعظمؑ کی ذاتِ بابرکت کے ساتھ مختص ہے۔

حضرت شیخ محمد اکرم چشتی صابری، قدوسی اقباس الانوار میں اس جناب کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-
”جس کسی کو ظاہری باطنی فیض حاصل ہوا، سیدنا غوث الاعظمؑ کی وساطت سے ہی ہوا۔ خواہ اُسے معلوم ہو یا نہ ہو۔ کوئی ولی آپ کی مہر کے بغیر منظور اور معتبر نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ تمام تصرفات کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں دے دی ہے، جسے چاہیں، کسی منصب ولایت پر مقرر فرمادیں، جسے چاہیں، ایک آن میں معزول فرمادیں۔“

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ اس فقیر کو متعدد ثقہ روایات سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ پیشوائے سلسلہ چشتیہ حسب ارشادِ نبویؐ، سیدنا غوث الاعظمؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ عرصہ فیض حاصل کرتے رہے اور آپ نے ”شغل بہ گوش“ اور ”حرز سیفی“ بھی آنجناب سے حاصل کیا۔ ان ہر دو حضرات کی ملاقات اور خواجہ غریب نواز اجمیری کے غوث الاعظمؑ سے استفادہ کے ثبوت پر کتاب ”فوز الطالب“ مصنفہ مولانا برہان الدین خان، بھی قابلِ دید ہے۔

حضرت غوث الاعظمؑ و اکابرین اُمت

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری نے حضرت غوث الاعظمؑ کی شان میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں : آپ حسب تصریح ”تختہ الابراہ“ از مرزا آفتاب بیگ چشتی سلیمانی جناب غوث الاعظمؑ کے رشتے میں خالہ زاد بھائی ہیں :-

یا غوثِ معظم، نورِ ہدٰی، مُختارِ نبیؐ، مُختارِ خدا
سلطانِ دو عالم، قلبِ علیؑ، حیراںِ زجلالتِ ارض و سما
در صدقِ ہمہ صدیقی و بشی، در عدلِ عدالتِ چو عمریؑ
اے کانِ حیا عثمانؑ منشی، مانند علیؑ با جود و سخا
در بزمِ نبیؐ، عالی شان، ستارِ عبودِ مُریدانی
در ملکِ ولایتِ سلطانی، اے منبعِ فضل و جود و سخا

چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت
 اقطاب جہاں درپیش درت افتادہ چو پیش شاہ گدا
 گردا میسج بہ مردہ رواں، دادی تو بدین محمد جان
 ہمہ عالم محی الدین گویاں، بر حسن و جمالت گشتہ فدا
 حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کالی مندرجہ ذیل میں حضرت غوث الاعظم کو مخاطب کرتے ہیں :-
 قبلہ اہل صف، حضرت غوث الثقلینؒ

دستگیر ہمہ جا، حضرت غوث الثقلینؒ
 خاک پائے تو بود روشنی اہل نظر

دیدہ را بخش ضیاء، حضرت غوث الثقلینؒ
 بے نواختہ دلم، نیست کسے آنکہ دھند

حستہ را جز تو دوا، حضرت غوث الثقلینؒ
 حضرتت کعبہ حاجات ہمہ خلقان است

عاجتم ساز روا، حضرت غوث الثقلینؒ
 مردہ دل گشتہ ام و نام تو محی الدین است
 مردہ را زنج نما، حضرت غوث الثقلینؒ

اسی طرح کتب معتبرہ سے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت سید احمد رفاعی، خواجہ
 ابو یوسف ہمدانی نقشبندی اور کئی دیگر پیشوایان سلسلہ ہائے طریقت کا آبجانب سے استفاضہ ثابت ہے۔
 حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ آپؒ کی شان میں فرماتے ہیں :-

”شیخ عبد القادر بادشاہ طریقی اور تمام عالم وجود میں صاحب تصرف تھے۔ کرامات و
 خوارق عادت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک دوامی یدِ طولی عطا فرمایا تھا“ (ترجمہ)
 حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :-

غوث اعظمؒ دلیل راہ یقین بہ یقین رہبر اکابر دین
 دوست در جملہ اولیاء ممتاز چوں سمیہ در انبیا ممتاز

نیز اخبار الانبیاء میں رقمطراز ہیں :-

”اللہ تعالیٰ نے غوث الاعظم کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کا مرتبہ عطا فرمایا۔ فرشتوں سے لے
 کر زمینی مخلوق تک آپ کے کمال، جلال اور جمال کا شہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بخشش کے خزانوں کی کنجیاں
 اور جسمانی تصرفات کے لوازم و اسباب آپ کے اختیار و اقتدار میں دے دیئے تھے اور تمام اولیاء اللہ
 کو آپ کا مطیع و فرمانبردار بنادیا تھا۔ غرضیکہ تمام اولیائے وقت، حاضر و غائب، قریب و بعید، ظاہر و باطن
 سب کے سب آپ کے فرمانبردار و اطاعت گزار تھے اور آپ تمام اولیاء کے سردار و سالار تھے۔ کیونکہ

آپ قطب الوقت، سلطان الوجود، امام الصدیقین، محبت العارفین، روح معرفت، قطب الحقیقت، خلیفۃ اللہ فی الارض
دارت کتاب اللہ، نائب رسول اللہ، الوجود البحت، النور القصر، سلطان الطرق اور مشرف فی الوجود علی تحقیق ہیں۔
حضرت امام عبد اللہ یافعی فرماتے ہیں کہ جناب غوث الاعظم کی کرامات درجہ تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔
حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری عرض گزار ہیں :-

من آدم به پیش تو سلطان عاشقاں ذات تو بہت قبلہ ایمان عاشقاں
در ہر دو کون جز تو کے نیست دستگیر دستم بگبیر از کرم اے جان عاشقاں
حضرت شاہ ابوالمعالی کا ارشاد ہے :-

گر کے واللہ بعلم از می عرفانی است از طفیل شاہ عبد الفتاویں گیلیانی است
حضرت مولانا الحاج محمد امداد اللہ مہاجر مکی کا ارشاد ہے :-

حسداوند! بکجی شاہ جیلانی محی الدین و غوث و قطب دہراں
بکن خالی مرا از ہر خمیاسے و لیکن آں کہ زو پیدا است عالمے

رسالہ انوار قادریہ پر حضرت قبلہ عالم کی تقریظ

اسی ضمن میں حضرت قبلہ عالم گولڑوی نے کتاب انوار قادریہ کو پڑھ کر اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، جو مکتوبات
شریف موسومہ ”مہرِ چشتیہ“ اور فتاویٰ مہریت سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں :-

”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اَوَّلًا وَاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْهُ بِاطْنًا عَلَيْهِ وَ
ظَاهِرًا وَّ عَلَى اَهْلِ بَيْتِهِ وَ عِتْرَتِهِ الطَّاهِرِينَ وَاَصْحَابِهِ طُرَادًا الَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُمْ
بِاِحْسَانٍ اِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ -“

آقا بعد رسالہ انوار قادریہ میرے ملاحظہ سے گزرا۔ علاوہ حسن مضامین کے بوجہ ذکر سادات کرام
علیہم الرضوان، طرز بیان و عبارت عام فہم کی رو سے بھی ناظرین اہل اسلام کے لیے عملاً و معتقدین و شائقین
سلسلہ قادریہ کے لیے خصوصاً میری ناقص رائے میں مفید عام و موجب خیر و برکت ثابت ہوا ہے جزئی النصف
رَبِّہٖ عَنْ نَاطِقِہَا۔ چونکہ رسالہ بذالوجہ اشمال بر ذکر آں محود شہود ذات و منصف بصفت صفت۔
آں قائل قد می ہذا علی رقبۃ کلِّ ولی اللہ۔ آں مبرا از انتفات باسوی اللہ آں غوث ہالیاں
ارض و سما، آں وارث علوم بدیہ فاؤسخی الی عبیدہ ماؤسخی۔ آں مرکز و نقطہ محبتیہ دائرہ وجود
محبوب ربانی، امام الثقلین، محی الدین سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس قابل نہیں کہ بعض دیگر مسائل
اور مصنفات کی مانند صرف معمولی تقریظ پر اکتفا کیا جائے۔ لہذا تینا و تبرکاً فوائد و قلام در بر غرر ذیل ہے
معلی و موشح کرنا اس کا غیر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

فائدہ: آپ کا سچا اور پاک فرمان ذیل کہ یہ قدم میرا ہر ولی کی گردن پر ہے۔ از قبیل شطیحات نہیں
جیسا کہ کم ظرف لوگ کم مصلحتی کی وجہ سے ایسے دعاوی کیا کرتے ہیں بلکہ بوجہ تمام امور و استقامت و تمکین میں

ماثور ہونے کے ایسا فرمایا گیا ہے۔ بوجہ متعدد :-

(ا) اگر یہ فرمان امر خداوندی کی تعمیل نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ کم حوصلگی کے باعث صادر ہوتا، جیسا کہ بعض متصوفین موجودہ زمانہ کا خیال ہے تو پھر آں کاسر اصنام غیر و غیرت، آں ناصب خیام وحدت واحدیت آں مرکز دائرہ پرکار وجود، آں مہبط تجلیات والوار شہود، آں گونے از ہمہ بردہ در حق پرستی، آں قطب الوحدت خواجہ خواجگان معین الحق والذین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروقت صدور فرمان عالی سب سے پہلے تسلیم خم نہ فرماتے۔

(ب) بوجہ کمال اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مثل قول علیہ السلام: اَنَا سَيِّدُ دُنْيَا آدَمَ وَبَيْدِیْ یَوْمَ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِيَامَةِ وغیرہ یہ فرمان صادر ہوا۔

(ج) آپ ایسے اقوال کے صدور کا منشاء قول ذیل سے بیان کرتے ہیں: وَمَا قُلْتُ قَوْلِي هَذَا إِلَّا وَقَدْ قِيلَ لِي یعنی میں از خود ایسی بات نہیں کہتا ہوں، بلکہ منجانب اللہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کہو۔

(د) رئیس المکاشفین شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۷۳ میں بعد ذکر اقسام اولیاء اللہ فرماتے ہیں :-
”وَمِنْهُمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ رَجُلٌ وَاحِدٌ وَقَدْ تَكُونُ امْرَأَةٌ فِي كُلِّ زَمَانٍ آيَتُهُ
رَهْوَالِقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ، لَهُ الْإِسْطِطَالَةُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ سِوَاللَّهِ شُهُمٌ، شَجَاعٌ، مُقَدِّمٌ، كَثِيرُ
الدَّعْوَى بِحَقِّ يَقُولٍ حَقًّا وَيَحْكُمُ عَدْلًا كَانَ صَاحِبُ هَذَا الْمَقَامِ شَيْخَنَا عَبْدُ الْقَادِرِ
الْجِيلِيُّ بَعْدَ إِذْ كَانَتْ لَهُ الصُّوْلَةُ وَالْإِسْطِطَالَةُ بِحَقِّ عَلَى الْخَلْقِ كَانَ كَبِيرَ الشَّانِ“

یعنی اولیاء میں سے ایک ولی ایسا ہوتا ہے کہ سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے ہر چیز پر غالب اور متصرف رہتا ہے اور پر زور دعاوی کرتا ہے، مگر اُس کا دعویٰ اور بول بالا سچا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی حکم اُس کا عدل انصاف سے ہوتا ہے۔ اس مقام کے صاحب بغداد میں عالی جناب ہمارے شیخ عبد القادر جیل گویا آیت وھوالقاہر فَوْقَ عِبَادِهِ کے منظر تھے۔

اسی باب ۷۳ میں لکھتے ہیں کہ محمد اوائی المعروف بابن قائد افراد میں سے تھے۔ اولیائے افراد وہ ہوتے ہیں جو خضر علیہ السلام کی طرح دائرہ قلب سے خارج ہوں۔ عالیجناب غوث پاک قدس سرہ محمد اوائی مذکور کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ اولیائے افراد سے ہے اور یہ محمد اوائی غوث پاک کے اصحاب خدام میں سے تھے۔

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح ہذا سے نتائج ذیل ثابت ہوئے :-

۱۔ عالی جناب نہ صرف مقام غوثیت کے مالک تھے، بلکہ اس سے بالاتر تھے۔

۲۔ آپ ہر شے پر سوائے خدائے عزوجل کے غالب و متصرف تھے۔

۳۔ ایسا شخص لاف زن و کم ظرف نہیں ہوتا بلکہ سچا اور صاحب تکبر نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ ہر زمانے میں ایسا ولی ہونا چاہیے۔ وہ عبارت جس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے، اسی باب میں ہے، مگر

خوف طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی گئی ہے۔

۵۔ حضرت شیخ کے نہانے میں اس تصرف کا مالک حسب تصریح شیخ رضی اللہ عنہ ایک ولی تھا مگر اسی

باب میں لکھتے ہیں کہ گویہ ولی مقام وھوالقاہر فَوْقَ عِبَادِهِ میں ہے، لیکن شیخنا عبد القادر رضی اللہ

عند میں علاوہ مقام ہذا کے اور وجوہ فضیلت بھی موجود تھے۔

چنانچہ سیدنا عبد القادر سیدنا خواجہ نظام الدین بہ دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں مگر حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اور کتب آبادی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی و ملوثی سیدنا عبد القادر سے مستفیض ہیں ملاحظہ ہو نظام القلوب نیز محبوبیت قادریہ عالمگیری ہے اور محبوبیت نظامیہ کسی قطعات ارض تک نہیں پہنچی رہا لفظ سُبْحَانی و اِلهی سو مقام جذب و محبوبیت سے جیسا تناسب کہ لفظ سُبْحَانی کو ہے لفظ اِلهی کو نہیں۔ مِثْلُ اللَّهِ تَعَالَى سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا۔ اور نہ لفظ اِلهی ذات بحت پادال ہے بلکہ سُبْحَانی کہ تہذیب ذات کا نام ہے۔ ملاحظہ ہوں فتوحات و شہرہ من فصوص۔

حضرت مجدد الف ثانی دوسری جلد کے آخری مکتوب میں حضور غوث اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:-
وہوں فیوض و برکات دریں راہ بہ کہ باشد از اقطاب و نجابت توسط شریف او مفہوم می شود، چہ این مرکز غیر اور ایستہ شدہ اند۔

اس موقع پر بارے فائدہ مند جہ ذیل سوالات و جوابات بھی درج کیے جاتے ہیں:-

سوال۔ لفظ ولی اللہ اصحاب کرام پر بھی بدیل قولہ تعالیٰ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا و سائر آیات قرآنیہ بولا جاسکتا ہے، تو حسب قول مذکور چاہیے کہ آپؐ کا قدم اصحاب کرام کی گردن پر بھی ہو۔ حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ کوئی ولی خواہ کیسا ہی کامل ہو۔ صحابہ کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

جواب۔ متاخرین کے عرف و محاورے میں ولی اللہ اسوئے صحابی پر بولا جاتا ہے۔

سوال۔ عبارت فتوحات مسطورہ بِالْاِیْمَنِ لَہُ الْاِسْطِطَالُہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ سِوَا اللّٰہِ سے پایا جاتا ہے کہ اس ولی کا تصرف انبیاء علیہم السلام پر بھی ہوتا ہے۔

جواب۔ عالیجناب رضی اللہ عنہ کا زمانہ انبیاء کا زمانہ نہ تھا۔

سوال۔ لفظ فی کُلِّ زَمَانٍ مندرجہ عبارت فتوحات مسطورہ بالا سے پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں بھی ایسے ولی کا ہونا واقعی امر ہے اور نیز اسی باب میں قبل از عبارت مذکور حضرت شیخ تصریح فرماتے ہیں کہ بعد آنحضرت چار انبیاء بہ اجسامہم زندہ ہیں۔

جواب مفسرین کا تصرف فاضل پریش تصرف جبرائیلؑ برآں حضرت واقعی اور مسلم شدہ امر ہے۔ کیونکہ بوجہ تخالف فیما بیل وجوہ فضیلت، استبعاد مندرجہ سوال بخوبی مندرج ہو سکتا ہے۔ دوسری آخری مکتوب شریف ملاحظہ ہو چنانچہ عالیجناب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خُصُّنَا بَحْرًا تَعْرِیْقُ عَلٰی سَاحِلِہِ الْاَنْبِیَاءِ۔ یعنی ہم ایسے دریائیں ڈوبے ہیں جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السلام کو کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔ بحر و دریا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی ہم کو بوجہ کمال اتباع ظاہری و باطنی شریعت و طریقت ذات پاک محمدی میں کامل فنا حاصل ہے۔ بخلاف سائر انبیاء علیہم السلام کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنا کامل سے عاری ہیں۔

سوال۔ عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حسب احادیث صحیحہ بعد النزول شرع محمدی کے پابند

ہوں گے۔ لہذا کامل فنا کے مستحق ہوئے اور عالی جناب کے فرمان مذکور لَعْرَیْقَتْ عَلٰی سَاحِلِہِ الْاَنْبِیَاء سے سمجھا جاتا ہے کہ کسی پیغمبر کو ذات محمدی میں فنا ظاہری و باطنی نہ ہوگی۔

جواب۔ فرمان مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میرے قول ہذا سے پہلے کسی نبی کو بحر ذات محمدی میں فنا کا اتباع شرع محمدی حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ لَعْرَیْقَتْ میں کلمہ لَعْرَیْقَتْ پر ماضی منفی کا معنی دیتا ہے بنا بریں اگر بعد اس فرمان کے قُرب قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کو اتباع شرع محمدی میں اتباع کامل حاصل ہو تو مخالف قول مذکور نہ ہوگا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَاٰخِرًا اَذِ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ ظَاہِرًا وَاٰخِرًا۔ الْعَبْدُ مہر و
محبت کا بندہ، علی کا نام لیوا، شاہ جیلان کا حلقہ بگوش از گولڑہ بقلم خود۔ ۱۸ صفر ۱۳۳۱ھ

القصد حضرت مولینا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب غوث الاعظمؒ کی شان میں کیا خوب عرض کیا ہے :-

گویم ز کمال تو چہ غوثُ التَّقَاتِیْنَا محبوبِ خدا، ابنِ حَسَن، آلِ حُسَیْنَا
سُردر قد مت جملہ نہادند و بگفتند تَاللّٰہِ لَقَدْ اَشْرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا
ما عاجز و حیران بماندیم بگرداب لَا فُحْلَصَ الْاَبَدَ بِاللّٰہِ لَدَیْنَا

ماتشہ چو مابی ہمہ در دشتِ فنا دیم

اے ابر کرم بار تو بشتاب ایلنا



الحمد لله الذي كشف لاوليائه ما لا يحيط بعلم العقل والقياس واصل
محبهم ومعتقديهم الى ما لا يمكن الوصول اليه لسائر الناس والصلوة على حبيب
المصطفى ورسوله المحبتي الذي لا يمكن العروج الى مراتب العلى الا بتابعته
فيما اتى فمن كان متابعته اكثر ففضله اعظم واوفوان اكرم عند الله
اتفكروا على اليه واصحابه النجوم الهدى وعلى جميع متبعيه اهل
الكرم والتقى۔

یہ کتاب جناب غوث الثقلین شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے مناقب پر مشتمل ہے۔ اس کا مضمون کتاب ہجۃ الاسرار کی تلخیص اور انتخاب ہے۔ ہجۃ الاسرار
تصوف کی بڑی مشہور و معروف کتاب مانی جاتی ہے جس کے فاضل مصنف ملا نور الدین ابی الحسن علی
ابن یوسف الشافعی النخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علماء قرأت میں بڑے شہرت یافتہ ہیں۔ ان کے
تفصیلی حالات بہت سے تذکروں میں ملتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے حلیل القدر اور ممتاز علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کو
محکم الرجال کے خطاب سے یاد فرماتے ہیں۔ (محکم کے معنی کسوٹی ہے جس طرح سونے کا
معیار معلوم کرنے کے لیے کسوٹی ضروری ہے ویسے ہی رجال حدیث کی سند و صحت معلوم
کرنے کے لیے آپ کا نام معیار کی حیثیت رکھتا ہے) ہجۃ الاسرار کے مصنف کی تعریف میں
طبقات المقرئین میں لکھا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد شام کے رہنے والے تھے۔ مگر آپ
قاہرہ (مصر) میں ۶۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور جامعہ ازہر میں قرأت میں بڑا نام پیدا کیا۔
امام ذہبی طبقات المقرئین میں لکھتے ہیں کہ میں بذات خود آپ کی مجلس قرأت میں پہنچا

تو مجھے آپ کا اندازِ قرأت (سمت و سکوت) بڑا پسند آیا۔ وہ جناب شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سچے عاشقوں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت شیخؒ کے کمالات و مناقب میں ضخیم کتابیں لکھیں۔ شیخ محمد بن محمد بن محمد جزری جو علماء قرأت و حدیث میں بڑی اہم شخصیت مانے جاتے ہیں اور حصن حصین کے مصنف ہیں۔ احوالِ قراء میں لکھتے ہیں کہ میں نے بہجۃ الاسرار کو مصر میں پڑھا تھا اور مجھے باقاعدہ اس کی اجازت ملی تھی۔ بہجۃ الاسرار کے مصنف اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور ان کے متعلق حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے بشارت دی تھی، ”طوبی لمن رآنی ولمن رآی من رآنی ولمن رآی من رآی“ پھر فرمایا: عبدلہ فوق المعالی رتبہ۔ یہ بشارت امام اجل شیخ الحرمین عبد اللہ ریاضی رحمۃ اللہ علیہ نے روضۃ الکریاحین میں بیان کی ہے۔ بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ کتاب مخدوم جہانیاں کے کسی مرید نے لکھی تھی جو غلط ہے البتہ آپ کے کسی مرید نے اسکا فارسی زبان میں ترجمہ ضرور کیا تھا۔ ایسے ہی دوسرے علماء کرام مثلاً شیخ مجتہ الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (جو مصنف قاموس ہیں اور بڑے مشاہیر علماء و فضلاء سے مانے جاتے ہیں) نے ایک کتاب روض المناظر فی مناقب الشیخ محی الدین عبدالقادر لکھی۔ شارح صحیح بخاری اور صاحب مواہب الدنیۃ علامہ قسطلانیؒ نے بھی ”روضۃ الزاہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر“ تصنیف کی ہے۔ ایسے ہی ہم نے بعض علماء کرام سے سنا ہے کہ انھوں نے حضرت غوثِ پاکؒ کے مناقب میں بارہ کتابیں دیکھی ہیں جن میں سے بہجۃ الاسرار ایک ہے۔

بہجۃ الاسرار بہت بڑی کتاب ہے جس میں جناب غوث الثقلینؒ اور دوسرے مشائخ کرام کے مناقب بھرے پڑے ہیں اور بزرگانِ دین کے وہ اقوال بھی درج کیے گئے ہیں، جن میں جناب غوث الاعظم کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ جناب غوث الاعظم سے پہلے آنے والے بزرگوں نے آپ کے کمالات اور آمد کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ راقم الحروف ان اقوال کو نہایت اختصار سے پیش کرتے ہوئے اپنی تالیف کا نام ”زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار“ تجویز

کر رہا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ میرا نام بھی جناب غوث پاک کے تعریف کرنے والوں
مریدوں اور مجربوں میں لکھا جائے۔ اگرچہ مجبور و محروم نیاز مندان سلسلہ قادریہ جناب غوث پاک
کے ظاہری جمال اور پاکیزہ مجلس میں حصہ لینے سے قاصر ہیں تاہم آنجناب کے اوصاف و
کمالات کے مطالعہ سے محروم نہیں رہیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت کے فضائل و مناقب حد و حساب سے باہر ہیں اور انہیں احاطہ تحریر
میں لانا بڑا مشکل کام ہے۔ جو کچھ آج تک لکھا جا چکا ہے وہ اس بحر بیکراں سے ایک حقیر سا
قطرہ ہے۔

امام اجل کبیر شیخ الحرمین حضرت عبداللہ یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے
اوصاف اتنے روشن اور درخشاں ہیں کہ اگر چھو لوں گی تیار ~~و~~ قریب جائیں اور باغوں کی ٹہنیاں
قلمیں بنانی جائیں تو آپ کے اوصاف کو نہیں لکھا جاسکتا۔ آپ کے کمالات کا احاطہ کرنے
میں بڑے بڑے عارفین قاصر ہیں اور کوئی اسلوب تحریر ان کمالات کے مکمل بیان پر حاوی
نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم لکھنا شروع کریں تو زمانہ بھر کی قلمیں ناکام ہو جائیں گی۔

امام یافعی کا یہ قول ان آیہ کریمہ کی تلمیح ہے کہ لو کان البحر مداد لکلت دینی — ولو
ان ما فی الارض من شجرة اقلام — محققین کے نزدیک اولیاء اللہ اور اصفیاء الہی جو اللہ
کے خاص بندے ہیں کے اوصاف و کمالات بیان کرنے کے لیے ایسی تلمیحات کو مثالی طور پر
بیان کرنے میں کوئی قباحت نہیں ورنہ حقیقت میں اسمائے صفات الہی اور اس کے کمالات
لاتنا ہی ہر قسم کی تعبیر و تمثیل سے بلند ہیں۔ اور ان کے ساتھ تمثیل و نظیر قائم نہیں کی جاسکتی۔

امام یافعی کا مندرجہ بالا قول بڑا عمدہ اور صحیح ہے اور اس پر کسی قسم کا شبہ اور شک نہیں
کیا جاسکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب غوث اعظم کی ولادت، رضاعت اور پرورش کے وقت
ہی سے ولایت کے آثار و خوارق ظاہر ہونے لگے تھے چنانچہ وہ رمضان شریف کے دوران
دن کے وقت اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اشرف کے گھر

ایک ایسا لڑکا پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔

لوگوں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے پہلے کب احساس ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں مدرسہ جارہا تھا، میں نے دیکھا کہ فرشتوں کی ایک کثیر تعداد میرے ارد گرد چل رہی ہے۔ واپسی پر بھی یہ فرشتے دکھائی دیئے حتیٰ کہ میں اُن کی باتیں سُننا کرتا۔ جب وہ کہتے کہ ولی اللہ کے لیے جگہ چھوڑ دو تاکہ وہ تشریف فرما ہو سکیں، تو مجھے اپنے متعلق یہ احساس پیدا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی نوازشیں میرے لیے ہی نازل ہو رہی ہیں، اُس وقت میری عمر صرف نو سال تھی۔“

آپ سے کرامات آتے دن ظاہر ہوتی رہیں اور تواتر کے ساتھ ہر زمانے میں آپ کے خوارق نظر آتے رہے۔ شیخ اجل علی بن الہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے میں کسی ایسے ولی اللہ کو نہیں دیکھا جس سے اتنی بے شمار کرامات رونما ہوئی ہوں۔ جو شخص جس وقت جس انداز کی کرامت کی خواہش کرتا آپ سے بلا تامل ظاہر ہوتی تھی۔ یہ کرامات بعض دفعہ تو آپ کے اپنے ارادہ و اختیار سے رونما ہوتی تھیں لیکن بعض اوقات آپ کے اختیار و خواہش کے بغیر بھی نمایاں ہوتی رہتیں۔

شیخ شہاب الدین عمر سرور دی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”سلطان الطرق والتصرف فی الوجود علی التحقيق“ تھے۔ شیخ ابوسعید احمد بن ابی بکر الحمری، شیخ ابی عمر اور عثمان انصر الفہیمی فرماتے ہیں کہ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کشادہ دست اور کرامات و خوارق کے منبع تھے۔ آپ کی کرامات ابدار موتیوں کی طرح ہر وقت مقبول و معروف ہوتی تھیں اور مسلسل رونما ہوتی رہتی تھیں۔ ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ کہاں تک پہنچیں گی۔ نوے سال ہو گئے مگر ان کی کرامات کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

آپ کی عبادات و ریاضات اور مجاہدات کے علاوہ آپ کے علوم، اعمال اور احوال کی تفصیل صحیح اور مستند ذرائع سے ثابت ہیں۔ چنانچہ آپ کے ہمعصر شیوخ نے آپ کی

لا تعداد کرامات و فضائل بیان کیے ہیں۔ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی کرامات تو اتر کی حدود سے اس اتفاق و کثرت سے ملتی ہیں کہ آفاق کے کسی دوسرے ولی اللہ کے حصہ میں نہیں آتی ہیں۔

جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات جلیلہ
 قدمی ہندہ علی رقبہ کل ولی اللہ میں "قدمی ہندہ علی رقبہ کل ولی اللہ"

کا اعلان بہت عظیم الشان معرکہ مانا جاتا ہے۔ جب اس اعلان کی شہرت کائنات ارضی کے تمام مشائخ وقت اور عظیم ائمہ آفاق تک پہنچی تو متقدمین نے اس اعلان کے سامنے تسلیم خم کر دیا۔ معاصرین کی گردنیں جھک گئیں اور دنیا کے تمام مشائخ خواہ حاضر تھے یا غائب، چھوٹے تھے یا بڑے، مشرق میں تھے یا مغرب میں، غرضیکہ ہر ایک نے تصدیق و تائید کی، ارباب حال نے تو اس اعلان پر بڑے لطیف اور نفیس انداز میں تبصرے کیے ہیں۔

مصنف "بہجۃ الاسرار" لکھتے ہیں کہ ہمیں مشائخ کی ایک جماعت نے (جن کے آخرین بزرگ شیخ ابو محمد شبکی بطایحی تھے) بتایا کہ ان کی مجلس میں ایک دن مشائخ کبار کا ذکر چلا تو فرمایا کہ عجم میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو خداوند تعالیٰ کے نزدیک بڑے بلند مقام کا مالک ہے، وہ بغداد میں رہتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے اس لیے ہر ولی اللہ کا فیضی ہے کہ اس اعلان کے بعد اس عظیم الشان حکم کے سامنے تسلیم خم کر دے کیونکہ وہ اپنے مکان کا یگانہ انسان (مرد) ہے۔

صاحب "بہجۃ الاسرار" نے مزید لکھا ہے کہ مشائخ عظام میں سے ایک بزرگ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتلایا ہے کہ انھوں نے شیخ ابا احمد عبد اللہ بن علی بن موسیٰ ملقب برنجفیؒ سے سنا کہ وہ کہا کرتے تھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ عنقریب عراق میں ایک ایسا عظیم الشان پیدا ہونے والا ہے جو کرامات کا منظر عظیم ہوگا اور اسے ساری مخلوق میں مقبولیت حاصل ہوگی اور وہ اعلان کرے گا "قدمی ہندہ علی رقبہ کل"

ولی اللہ " دنیا کے تمام ولی اللہ اس کے سامنے گردنیں جھکا دیں گے۔ ہر ایک بزرگ آپ کی تائید و تصدیق سے درجہ ولایت کو پہنچے گا اور آپ ہی ہر ایک کی سفارش اور شفاعت کریں گے۔

تین اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں شیخ عقیل منجی سے روایت ہے (اور یہ شیخ عقیل ان چار بزرگوں میں سے ہیں جو بقول شیخ علی قرشی عسراقی کے مشائخ کبار میں شمار ہوتے تھے) کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جن کا تصرف قبروں میں بھی جاری و ساری رہتا ہے۔ یہ تصرف زندگی کی تمام قوتوں کی طرح ہوتا ہے۔ یہ بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل منجی اور شیخ حیات بن قیس عراقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

قطب وقت کی روایت آپ نے فرمایا: وہ اس وقت تک شریف میں ہیں مگر عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ ہاں اولیائے اللہ انہیں پہچانتے ہیں۔ یہ قطب وقت عنقریب بغداد سے ظاہر ہوں گے۔ وہ جب لوگوں سے بات کریں گے تو لوگ ان کی کرامت سے انہیں پہچان لیں گے کہ یہ قطب وقت ہے۔ وہ کہیں گے: "قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" اولیائے اللہ آپ کے قدموں میں اپنی گردنیں جھکا دیں گے۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ کے قدموں میں رہوں گا۔ یہ وہ شخص ہے جس کی وجہ سے مخلوق خدا کو بے پناہ نفع ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامات جتنی اس شخص کو عطا کی ہیں اتنی اور کسی کو نہیں ملیں۔

آخرین مشائخ میں بعض حضرات نے روایت کی ہے جن میں حضرت عبدالرحمن طفسونجی بھی تھے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر اس وقت ہواں سال تھے مگر ہمارے شیخ تاج العارفین ابوالوفاء ان کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔

جناب سید شیخ عبدالقادر جب بھی شیخ ابوالوفاء کو نظر آتے
حضرت ابوالوفاء کا ادب تو آپ ادباً کھڑے ہو جاتے۔ اپنے دوستوں کو بھی
حضرت شیخؒ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیتے اور کہا کرتے یہ وقت کے عظیم
ولی اللہ ہیں۔

ایک دن شیخ ابوالوفاء نے حضرت سیدنا عبدالقادر
شیخ ابوالوفاء کی خواہش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ جب آپ مرتبہ کمال کو
پہنچیں تو مجھے ضرور یاد رکھیں اور اپنے محاسن کو برقرار رکھنا۔ پھر کہا، اے عبدالقادر! ہر
پرنده چھپا کر خاموش ہو جاتا ہے مگر آپ کا طائر روحانیت قیامت تک چھپاتا رہے گا۔ جب
شیخ ابوالوفاء نے بار بار اس بات کو کہا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ اس قدر تکریم و
تعظیم کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، حضرات! ایک وقت آنے والا ہے یہ نوجوان تمام
خورد و کلاں کے لیے مشعلِ راہ بنے گا اور لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔ میں علی وجہ البصیرت
یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں کہ ”میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے“ بالکل سچا ہے۔
اولیائے اللہ آپ کے سامنے گردنیں جھکا دیں گے۔ آپ لوگوں میں جو بھی موجود ہو اس کا فرض ہے
کہ اس دعویٰ کی تائید کرے۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے مرشد و عم بزرگوار
شیخ ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ وہ ایک دن شیخ حماد دباسؒ کے
پاس بیٹھے تھے (جو اولیائے وقت میں سے تھے) حضرت شیخ عبدالقادر ابتدائے حال میں
آپ کی مجلس میں آیا کرتے تھے اور کام کرتے تھے اور نہایت مودب طریقہ سے مجلس میں بیٹھا کرتے
جب سیدنا عبدالقادر مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ حمادؒ نے بتایا اس عجمی نوجوان کا قدم
آنا بلند ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ اولیاء اللہ کی گردنیں اس کے نیچے ہوں گی اور اس کو
اجازت دی جائے گی کہ اعلان کر دے ”قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ“

اس قسم کی خبریں بہت سے مشایخ نے قبل از وقت بیان کی تھیں۔ ایک دفعہ شیخ ابو مدین شعیبؒ نے گردن جھکا کر کہا کہ اے اللہ! میں تجھے، تیرے فرشتوں اور حاضرین مجلس کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اطاعت قبول کر لی ہے اور گردن جھکا دی ہے۔ اجاب نے آپ سے پوچھا کہ اس واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟ تو آپ نے بتایا: ابھی ابھی شیخ عبدالقادرؒ نے بغداد میں اعلان فرمایا ہے ”قد می ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ“۔

شیخ عدی بن مسافرؒ نے بیان فرمایا: شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر نبوت محنت و مجاہدہ سے حاصل کی جاسکتی تو شیخ عدی بن مسافرؒ کو ملتی۔ شیخ عدی کو لوگوں نے پوچھا: یہ کیا بات ہے آج تک کسی ولی اللہ نے وہ دعویٰ نہیں کیا جو شیخ عبدالقادرؒ نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں یہ دعویٰ اور کوئی کر بھی نہیں سکتا تھا آپ تو مقام فردیت پر فائز تھے زمانے کے فرد کو جب تک کوئی بات کہنے کا حکم نہ دیا جاتے وہ نہیں کہتا۔ حضرت شیخ کو جب حکم ہوا تو پھر انھوں نے دعویٰ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء اللہؒ نے آپ کے دعویٰ کے سامنے تسلیم خم کر دیا جس طرح فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کر دیا تھا اولیاء اللہ نے اپنے سر نیاز جھکا دیے۔

حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس مجلس میں شریک تھا جس میں حضرت شیخ سیدنا عبدالقادرؒ نے دعویٰ کیا کہ ”میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔“ میں نے اپنی گردن جھکا دی حتیٰ کہ میرا سر زمین سے جا لگا اور تین بار میں نے کہا: علی سراسی، علی سراسی، علی سراسی۔ (میرے سر آنکھوں پر)

شیخ خلیفہ اکبرؒ نے صاحبِ دیوانے کثیرہ تھے

بیان کیا ہے کہ میں نے سرکارِ دو عالم

تصدیقِ دعویٰ ہذہ قدمی

صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! شیخ عبدالقادرؒ نے ”قد می ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ“ کا دعویٰ کر دیا ہے۔ انحضرت نے فرمایا:

”صدق الشیخ عبد القادر (شیخ عبد القادر سچے ہیں) وہ وقت کے قطب ہیں اور مجھے ان کی خاطر داری مطلوب ہے۔“

مشایخ کرام نے حضرت شیخ ابوسعید قیلویؒ سے پوچھا کہ آیا شیخ سید عبد القادر رضی اللہ عنہ نے ”قد می ہذہ علی مراقبۃ کل ولی اللہ“ حکم کہا تھا؟ حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہاں! یہ حکم خداوند تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں، یہ قطبیت کا نشان ہے۔ ہر زمانے میں اقطاب وقت کے ذمہ بعض اقطاب تو ان امور کو خاموشی سے انجام دیتے رہتے ہیں کیونکہ انھیں سکوت کے بغیر چارہ کار نہیں ہوتا لیکن بعض کو اعلان کرنا حکم ہوتا ہے۔ انھیں ایسا دعویٰ کیے بغیر چارہ کار نہیں ہوتا خواہ اس اعلان میں انھیں کتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ اعلان اکمل ترین مقام قطبیت ہوتا ہے کیونکہ یہ شفاعت کی علامت ہوتی ہے۔ الغرض اس موضوع پر ہمارے پاس بے پناہ اخبار و شواہد موجود ہیں جن سے اس دعویٰ کی تائید ہوتی ہے کہ اس قسم کے سارے دعوے بامرالہی کیے جاتے رہے ہیں۔

انبیاء پر امر الہی کی حقیقت کیا ہے؟
انبیاء اور اولیاء کے احکام میں امتیاز اور اولیاء اللہ پر جو احکام (الہام) نافذ ہوتے ہیں ان کی حیثیت کیا ہے؟ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں کی جاتی ہے اس سلسلہ میں ہم بزرگان دین کے اقوال اور جناب غوث اعظمؒ کے ارشادات کی روشنی میں خیالات کا اظہار کریں گے۔ اس سے ہماری مراد وہ علم صریح ہے جو اس قلب سلیم کو بلا شائبہ ظن و تخیل حاصل ہوتا ہے جو بشریت کی کدورت سے صاف، انسانی خواہشات سے پاک اور خداوند تعالیٰ سے پیوست رہتا ہے۔ صریح سے وہ فعل مراد ہوتا ہے جو وحی کے واسطہ کے بغیر ہو۔ نبوت و ولایت کے مابین فرق معلوم کرنے کے لیے یہ بات بھی قابل غور ہے نبوت وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوا اور اس کا ذریعہ روح الامین یعنی

وحی الہی ہو۔ وحی کو پیغامِ رسائی کا حکم ہوتا ہے اور روح الامین اس پر مہر لگاتے ہیں۔ اس کلام کی تصدیق ہر چھوٹے بڑے پر واجب ہو جاتی ہے اور اس سے انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے ظاہر و باطن کی خرابیاں رونما ہوتی ہیں اور مال و جان کا نقصان ہوتا ہے مگر ولایت اس حدیث کا نام ہے جو بطریق الہام وارد ہوتی ہے جس سے قلب و زبان مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس پیغام کو مجذوب کا دل قبول کرنے کے لیے ساکن ہو جاتا ہے چنانچہ انبیاء کے لیے وحی اور کلام اور اولیاء اللہ کے لیے خطاب و الہام ضروری ہیں۔ انکار انبیاء کفر ہوتا ہے اور ظاہر و باطن کی خرابی کا باعث ہوتا ہے اور انکار اولیاء موجبِ خبیث و ضلال ہوتا ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

درحقیقت کشف کا طور طریقہ عقلی طریقوں سے بلند و بالا ہوتا ہے عقل مکاشفات کے ادراک سے عاجز ہوتی ہے۔ جس طرح حس عقلی ادراک سے مطلع نہیں ہوتی اسی طرح عقل مکشوفات پر عادی نہیں ہو سکتی۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ جو چیز ایمان سے معلوم ہوتی ہے وہ کشفِ عیاں سے بالاتر ہوتی ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”اس طریقہ پر ایمان لانا بھی ولایت کی ایک قسم ہے جن لوگوں نے اقوالِ مشایخ پر علی الاطلاق حکم صادر کیے ہیں یا اپنے مقامات و مراتب کے اظہار کے لیے ایسی باتیں کہہ دی ہیں جو عقل کے پیمانے پر نہیں اُترتیں۔ وہ عالمِ سکد اور استغراقِ نفس کی بنا پر ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ایسے احکامات کشف سے ہٹ کر عقل بھی تسلیم کر لیتی ہے اور اس بات کی تمیز کرنا کہ یہ احکامات کس صاحب سے وارد ہوئے یا کیسے وارد ہوئے، بڑا مشکل کام ہے۔ چنانچہ انھیں تسلیم کرنے میں بہتری ہے اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ اسلم و تسلیم پر عمل کر لیں تاکہ مختلف خطرات سے محفوظ رہ سکیں۔ دوسرے مقام پر یہ خبر بھی دی گئی ہے:

”بل کذبوا بما لم یحیطوا بہ ویملانہم تاویلہ یسئل

اللہ عافیہ“

اے کہ از کشمکش قال و مقال
ہیچ نایافتہ در خود اثرے
قابل کار نہ معذوری
باش کیں راہ گزار دگر است
بنگہ حالت درویشاں را
کہ دریں راہ چہ طلبہا دارند
زیں طلب گرنہ خدا یافتہ اند
در طلب این ہمہ جانبازی چیست
باری آنست ترا وجدانے

نہست قوت ادراک کمال
بشنیدہ ز کساں جز خبرے
یا خود از کوشش آن بس دوری
ہر کے قابل کار دگر است
سوزش و شورش عشق ایشاں را
زیں طلبہا چہ لعتبہا دارند
این ہمہ بہر چہ بشتافتہ اند
مال و اسباب خدا سازی چیست
معتقد باش و بیار ایمانے

جناب غوث الاعظم متقدّمین اور متاخرین کی نظر میں کمالات کے موضوع پر
متقدّمین اور متاخرین نے ”قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ“ پر اظہار خیال کیا ہے
وہ حد و حساب سے باہر ہے۔ مشایخ وقت اور بزرگان متقدّمین نے جس انداز میں بیان
کیا ہے وہ آپ کے کمالات کی بڑی دلیل ہے۔ شیخ قدوہ ابو محمد شبلیؒ نے کہا ہے کہ شیخ
ابوبکر بزازؒ ایک دن حضرت غوث پاکؒ کا تذکرہ فرما رہے تھے کہنے لگے کہ عراق میں ایک ایسے
بزرگ ظاہر ہونے والے ہیں جو فضل و کرامت میں بڑے بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ ان
پر تمام اقطاب کے حالات واضح کر دیے جاتیں گے اور ان کے سینوں کے تمام علوم ان پر
روشن ہوں گے۔

تمام مقربین بارگاہ الہی کے حالات و مقامات کو جناب شیخ عبدالقادرؒ پر آگاہ
کر دیا جاتے گا۔ مکاشفین کے تمام اطوار بھی آپ پر روشن کر دیے جائیں گے۔ پھر مزید
کہا کہ اللہ تعالیٰ شیخ سیدنا عبدالقادرؒ کی بدولت اپنے اولیاء کے درجات بلند فرمائے گا

اور مخلوقِ خدا کو بڑا فائدہ پہنچے گا۔ پھر کہا: وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فخر و مباہات کا اظہار فرمائے گا۔“

شیخ عزاز بٹایچی نے پیش گوئی کی تھی کہ ”۴۷ھ میں ایک نوجوان جس کا نام سیدنا عبدالقادرؒ ہوگا، ظاہر ہوگا۔ اس کی ہیبت سے ہی مقاماتِ ولایت ظاہر ہوں گے اور اس کی جلالت سے کرامات ظاہر ہوں گی۔ وہ حال پر چھا جائیں گے اور محبتِ خداوندی کی بلندیوں پر پہنچ جائیں گے۔ تمام عالمِ امکان اُن کے حوالے کر دیا جائے گا۔ عالمِ امکان میں جو کچھ بھی ہے آپ کے سامنے لایا جائے گا۔ تمکنت میں ثابت قدم ہوں گے اور عالمِ قدیم کے تمام خدائی آپ کے سامنے بدیضا کی طرح روشن ہوں گے اور ازل کے تمام اسرار ان پر ظاہر ہوں گے۔ حضرت قدس میں ان کی شان اس قدر بلند ہوگی کہ کسی دوسرے ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوگی۔“

شیخ منصور بٹایچی کی مجلس میں جناب غوث الاعظم کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ”عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ سیدنا عبدالقادر کو بہت بلند مقام مل جائے گا دنیا کے تمام عارفین اُن کے ماتحت ہوں گے اور انھیں اس حالت میں وصال ہوگا کہ ان سے بڑھ کر خدا اور رسول اللہ کی نظروں میں زمین پر محبوب ترین انسان دوسرا نہیں ہوگا۔ حاضرین میں جس کو یہ وقت نصیب ہو۔ اس پر فرض ہے کہ وہ آپ کے مقام کو پہچاننے کی کوشش کرے اور اُن کی تعظیم و تکریم کرے۔“

حضرت شیخ حماد و باس رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت غوث پاکؒ کا ذکر چلا تو آپ نے فرمایا: ”اگرچہ عبدالقادرؒ ابھی نوجوان ہیں مگر میں اُن کے سر پر جھنڈے لگے دیکھ رہا ہوں۔ یہ جھنڈے ولایت کے ہیں۔ ان جھنڈوں کی فرمانروائی تحت الثریٰ سے لے کر ملکوتِ اعلاٰ تک ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے ملکوتِ اعلاٰ پر سنا ہے کہ انھیں ان القابات سے نوازا جاتا ہے جن سے صدیقین کو نوازا جاتا ہے۔“ جب شیخ سیدنا عبدالقادرؒ آپ کے پاس تشریف لاتے

تو آپ انہیں مرجا کر یا بلبل الراح والطور العالی و سید العارفین کے خطابات سے استقبال کرتے تھے۔

شیخ عقیل منجی کے سامنے جناب شیخ عبدالقادر کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ ایک نوجوان ولی اللہ بغداد میں ظاہر ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: اس کا حکم تو آسمانوں پر بھی چلتا ہے۔ وہ بڑا رفیع الشان نوجوان ہے۔ ملکوت میں اسے "باز سفید" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عنقریب اسے منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہوگا اور اسے خاص امور پر مامور کر دیا جائے گا اور آپ سے ہی روحانیت کے احکامات صادر ہوا کریں گے۔

شیخ ابوبفرائی مغربی کے بعض احباب نے بغداد جانے کے ارادے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم بغداد جاؤ تو ایک نوجوان شیخ عبدالقادر سے ملاقات کرنا نہ بھولنا۔ جب تم اس عجمی نوجوان کو ملو تو میرا سلام عرض کرنا اور میرے لیے دعا بھی کرنا اور یاد رکھو اس بات کو بھی نہ بھولنا۔ مجھے اللہ کی قسم ہے آج تک اللہ تعالیٰ نے عجم میں ایسا آدمی پیدا نہیں کیا اور عراق میں اس کے پایہ کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس نوجوان کی وجہ سے مشرق کو مغرب پر فوقیت حاصل ہو جائے گی۔ اس کا علم اور نسب کائنات عالم میں ممتاز کر دیے جائیں گے اور دنیا کے اولیاء کرام میں آپ کو ممتاز کر دیا جائے گا۔

شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شیخ ابوالقاسم عمر بزاز فیض روحانیت کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: عمر! تم بحر محیط کو چھوڑ کر ایک نہر کے کنارے آگئے ہو حضرت سید عبدالقادر زمانہ کے اولیاء اللہ کے اتقا ہیں اور خدا کے محبوبین کے شاہسوار ہیں شیخ ابوعبداللہ قرشیؒ کہا کرتے تھے کہ سیدنا عبدالقادرؒ اپنے زمانہ کے بہترین ولی اللہ ہیں اور وہ اکمل و اعلیٰ ولی اللہ ہیں۔ علماء ان کے پیچھے رہتے ہیں۔ عارفان الہی انہیں اپنے سے بہتر جانتے ہیں۔ مشائخ وقت اپنے آپ کو ان سے کمتر خیال کرتے ہیں۔

ابوسعید قیلویؒ سے قطب وقت کے اوصاف دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ

قطب تمام امور وقت کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اور کون و مکان کے تمام امور کا اختیار اسے دے دیا جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: پھر ایسا قطب وقت آپ کی نظروں میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا: شیخ سید عبدالقادر جیلانی ہی ایسی شخصیت ہیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کہ جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو دنیا کے شیخ خلیفہ شہر ملکی سے یہ روایت منسوب ہے
 کی نگاہ جلال کے اثرات تمام اولیاء، ابدال اور اقطاب کے احوال و اسرار سپرد کر دیے گئے تھے۔ آپ کی نگاہ جلال جب کائنات ارضی کے کسی گوشے پر پڑتی تو ساکنان ارضی سطح ارض سے لے کر تحت الثریٰ تک لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں۔ انھیں یہ بھی امید ہوتی ہے کہ آپ کی نگاہ لطف سے برکات میں اضافہ ہو گا مگر یہ ڈر بھی رہتا ہے کہ اُن کے جلال سے احوال سلب نہ کر لیے جائیں۔ شیخ ابوالبرکات بن صخر امویؒ نے کہا ہے کہ حضرت سید عبدالقادرؒ ہر ولی اللہ کے ظاہری و باطنی احوال پر نگاہ رکھتے ہیں۔ کوئی ولی اللہ اپنے ظاہری یا باطنی احوال میں آپ کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا۔ ایسے ولی اللہ جو بارگاہ الہی میں ہمکلام ہونے کے مرتبہ عالی پر فائز ہیں۔ وہ بھی حضرت غوث اعظمؒ کی اجازت کے بغیر دم نہیں مار سکتے۔ ان اولیائے وقت پر موت سے پہلے اور موت کے بعد بھی آپ ہی کا تصرف رہتا ہے۔

شیخ ابی محمد قاسم بن عبید بصریؒ نے بتایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے بتایا کہ وہ اس وقت کے فوجاہا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی ولی اللہ کو مرتبہ عالی عطا نہیں فرماتا جب تک حضرت غوث پاکؒ کو منظور نہ ہو۔ کسی مقرب ولی اللہ کو اس وقت تک بزرگی نہیں دی جا سکتی جب تک وہ حضرت غوث اعظمؒ کی بزرگی کا اعتراف نہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک اپنا ولی نہیں بناتا

جب تک اُس کے سینہ میں حضرت غوث پاکؒ کا ادب بدرجہ اتم موجود نہ ہو۔

شیخ ابومدین نے بتایا ہے کہ میں حضرت خضر علیہ السلام کو تین سال تک متا رہا۔ ایک روز میں نے آپ سے مشرق و مغرب کے مشایخ کے متعلق گفتگو کی اور اس سلسلہ میں سیدنا شیخ عبدالقادر کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا: وہ صدیقوں کے امام ہیں۔ عارفین کے لیے محبت ہیں اور معرفت میں رُوح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ میں ان کی شالی بڑی نادر اور باکمال ہے۔ اولیاء کرام کے درمیان ایک بھی ایسی شخصیت نہیں جس کا مقام جناب غوث پاکؒ سے بلند ہو۔ میں بھی جناب غوث پاکؒ کے بلند مقام کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں خضر علیہ السلام سے اس سے زیادہ تعریف کسی ولی کے حق میں نہیں سنی۔

ابو سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک دفعہ شیخ علی بن خواب میں کشف کا مکمل علم پہنچتی حضرت غوث الاعظمؒ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے جناب غوث پاکؒ اس وقت سو رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ آپ کو بیدار کروں مگر شیخ علیؒ نے منع کر دیا اور کہنے لگے: واللہ، واللہ، واللہ! حضرت شیخ عبدالقادرؒ کا کوئی حواری موجود نہیں۔ جب حضرت بیدار ہوئے اور باہر تشریف لائے تو فرمانے لگے: ہم محمدی ہیں اور حواری تین تو حضرت عیسیٰؑ کے ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے معارف و اسرار پر کچھ گفتگو کی۔ شیخ علیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک شیخ کی طرح عارفانہ گفتگو کسی سے نہیں سنی۔

شیخ ابو محمد ابن علی بن ادیس رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ایک خواب کا واقعہ بیان کیا کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے، انبیاء و اولیاء موقف کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے آپ کے پیچھے آپ کی امت تھی جو ایک سیل بیکراں کی طرح آ رہی تھی۔ اس میں جلیل القدر شیوخ اور اولیاء بھی تھے مگر حضرت سیدنا عبدالقادرؒ کو نمایاں حیثیت حاصل تھی ہمیں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ ہیں۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے چچا ابوالنجیب سہروردیؒ کے ساتھ (۵۹۰ھ) جناب غوث پاکؒ کی زیارت کو آیا۔ میرے چچا نے آپ کا نہایت ہی ادب کیا۔ آپ کے سامنے دوزانو ہو کر نفس گم کر دو بیٹھے رہے۔ جب میں مدرسہ نظامیہ میں گیا تو اپنے چچا سے پوچھا کہ آپ اس قدر مودب کیوں ہو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: میں ادب کیوں نہ کرتا اللہ تعالیٰ نے انھیں اختیارات و جود ملکوت میں بھی عطا فرمائے ہیں، میں اس کا ادب کیوں نہ کروں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ادب کرنے کا حکم دیا ہے اگر وہ چاہیں تو اولیاء اللہ کے احوال و مقامات کو برقرار رکھیں اگر چاہیں تو ایک طرف پھینک دیں۔ شیخ موسیٰ الزولی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ کا نہایت ادب کیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ وہ سلطان الاولیاء ہیں، وہ سید العارفین ہیں، میں ان کا کیسے ادب نہ کروں جبکہ ان کے سامنے فرشتے بھی ادب سے حاضر ہوتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بیان کرتے ہیں
شیخ شہاب الدین کا فلسفہ کلام کہ میں آغاز جوانی میں بڑا تیز طبع تھا۔ مجھے علم کلام، یونانی فلسفہ اور دوسرے علوم مناظرہ و مجادلہ پر بڑا عبور تھا۔ میرے چچا ابوالنجیب سہروردیؒ مجھے ایسے علوم سے اکثر روکتے رہتے تھے مگر میں باز نہیں آتا تھا۔ ایک دن میرے چچا میرے پاس آئے۔ اور مجھے سیدنا عبدالقادرؒ کی زیارت کے لیے ساتھ لے گئے اور مجھے کہا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یا ایہا الذین امنوا اذا نادیتم الرسول اللہ فادعوه فکونوا من الذین یرضون اللہ ویرضی عنکم ویکفر عنکم اللہ ویکفر عنکم اللہ ویکفر عنکم اللہ۔ یاد رکھو تم ایسے شخص کے پاس آتے ہو جس کا دل اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز کی خبریں دیتا ہے لہذا یاد رکھو ان کے سامنے محتاط ہو کر بیٹھنا تاکہ آپ کی برکات حاصل کر سکو۔ ہم آپ کے سامنے بیٹھ گئے، میرے چچا نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یا سیدی! یہ میرا بھتیجا ہے جو علم کلام اور فلسفہ میں مشغول ہے۔ میں نے اسے بارہا منع کیا ہے لیکن یہ ایسے علوم سے باز نہیں آتا۔ آپ نے میری طرف توجہ فرماتے ہوئے کہا: عمر! تمہیں کون کون سی کتابیں یاد ہیں؟

میں نے بتایا کہ فلاں فلاں کتاب۔ یہ سنتے ہی آپ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ مجھے اللہ کی قسم ہے ابھی آپ کا ہاتھ سینے سے جدا نہیں ہوا تھا کہ ان تمام کتابوں کے الفاظ یکسر مجھے بھول گئے اور ان کتابوں کے تمام مسائل، مطالب میرے ذہن سے محو ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں علم لدنی بھر دیا۔ میں فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا حالانکہ میں عارفانہ گفتگو کر رہا تھا آپ نے مجھے فرمایا کہ تم عراق میں مشہور ترین عالم دین ہو۔ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ کہتے ہیں: شیخ عبدالقادر سلطان الطریق تھے اور ان کا تصرف تمام موجودات پر حاوی ہے۔ شیخ ابی عمرو عثمان، مرزوقی قرشیؒ فرماتے ہیں: شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے شیخ، امام اور سید ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں جو العالم و اکرام انھیں عطا کیے ہیں کسی دوسرے ولی و نصیب نہیں ہوئے۔ یہ تمام العامات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے اور آپ کی وساطت سے دوسرے اولیاء اللہ کو تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک واقعہ حضرت شیخ قدوہؒ سے منسوب ہے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ سیدنا شیخ عبدالقادرؒ امام اہل طریقت ہیں، اور شیخ الشیوخ ہیں۔ آپ کے نور سے اہل دل کے قلوب و اذان منور ہوتے ہیں۔ اہل حقایق کے معارف و اسرار آپ کی بدولت کھلتے ہیں۔ چونکہ آپ کا نور نور نبوہ سے روشن ہوتا ہے اور اسی سے قوت ملتی ہے اور ولایت کی تمام شاخیں نور نبوی سے ہی غذا پاتی ہیں اسی لیے اس نور ولایت پر اعتماد و اعتقاد ضروری ہے۔

شیخ خلیفہ اکبرؒ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
قدم من بر قدم مصطفیٰ است سے نقل کیا ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ سیدنا عبدالقادرؒ در ہمارے قطب ہیں میں ان کے معاملات کی خاص رعایت کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اس بات کی تائید کی ہے کہ ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں اور میرا قدم میرے جدِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر ہے۔ حضور کا قدم اٹھتے ہی میں نے اپنا قدم آپ کے نشان پا پر رکھا ہے۔ میرا قدم

اقدام نبوت پر ہوتا ہے۔ اس مقام کو نبی کے بغیر کوئی نہیں پاسکتا اور یہ بات جناب غوث اعظم کے لیے خاص تھی۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ بعض بزرگان دین نے حضرت غوث اعظمؒ کی شان میں مختلف روایات بیان کی ہیں جو آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص تھیں مگر بعض روایات مطلق تھیں چونکہ آپ سید الاولیاء ہیں آپ کے لیے تقدم و تاخر کی روایات حضرت خضرؑ کے علاوہ بھی واقع ہوئی ہیں اور آپ کی فضیلت متقدمین و متاخرین مشایخ دونوں پر یکساں وارد ہوتی ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ شہود عدول کی ثبوت زیادت رائج ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی حکایات اور معاملات کی تمام اولیائے وقت نے تائید و تحريم کی ہے۔ اس طرح کی تعظیم کسی دوسرے ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ آپ کے مناقب اور آثار اتنے زیادہ ہیں کہ بہجۃ الاسرار اور دوسری ہزاروں کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔

زیر نظر زبدۃ الآثار تو بہجۃ الاسرار کا ہی خلاصہ ہے۔ یہاں ان کمالات میں سے چند چیزیں لی گئی ہیں ویکفی باللہ التوفیق۔

نسب و صفات سید السادات، شیخ الاسلام، شیخ شیعوخ العالم غوث الاعظم
 شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ بن ابی عبداللہ
 جناب غوث الاعظم بن یحییٰ الزاہد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن
 عبداللہ المحض ملقب بالجل بن حسن المثنیٰ بن حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
 ابی عبداللہ صومعی زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ ولادت کے وقت آپ جیلان میں تھے جیلان،
 جیل (بحر جیم و سکون یا) یہ قصبہ طبرستان میں واقع ہے۔ کہتے ہیں گیلان، جیلان و
 گیل ایک قریہ ہیں جو دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہیں اور یہ قصبہ بغداد سے واسطہ کے
 متصل ایک دن کی راہ پر ہے۔ جغرافیہ دانوں نے اس کا نام جیل عجم، گیل عجم، گیل عراق
 اور جیل لکھا ہے۔ یہ قصبہ مدائن کے پاس ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جیلانی
 لقب آپ کے جد امجد سے منسوب ہے جو جیلان سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض گیلانیوں سے

میں نے خود سنا ہے کہ اُن کے مخدوم زادے ابھی تک گیلان میں ہیں اور وہ مذہب اہلسنت و جماعت پر ہیں۔ ابو عبد اللہ صومعی جیلان کے اجل مشایخ میں سے تھے۔ وہ وقت کے بہترین زاہدوں میں سے شمار ہوتے تھے۔ صاحب احوال سنیہ اور کرامات جلیہ تھے۔ عراق عجم کے جلیل القدر مشائخ نے آپ سے ایک دفعہ ملاقات کی تو آپ کو بڑا مجیب الدعوات پایا۔ بڑھاپے کے باوجود آپ نوافل و ریاضت میں مشغول رہتے، ہمیشہ ذکر الہی کرتے خشوع و خضوع سے عبادت کرتے۔ حفظ حال و مراعات پر پابند تھے۔ وہ اکثر کسی امر کے واقعہ ہونے سے پہلے ہی خبر دے دیتے تھے۔

بعض مشایخ نے آپ سے بعض حکایات بیان کی ہیں کہ آپ کی والدہ کا اسم گرامی ام النخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت ابی عبد اللہ صومعی تھا۔ وہ خیر و اصلاح کی مالک تھیں۔ شیخ اصیل ابو محمد عبد اللطیف بن شیخ قد وہ ابو النجیب جو معروف مشایخ میں سے تھے، بیان کرتے ہیں : ام النخیر امۃ الجبار فاطمہ والدہ شیخ سیدنا عبد القادر بڑی راسخ العقیدہ اور نیک عورت تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت شیخ پیدا ہوئے تو رمضان میں دن کے وقت میرا دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ ایک بار رمضان کے بارے میں رویت ہلال کے بارے میں اختلاف پڑا تو لوگ میرے پاس آئے اور دریافت کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ میرے بیٹے نے آج دودھ نہیں پیا، جس سے وہ سمجھ گئے کہ چاند ہو گیا۔ اس واقعہ سے میرے بیٹے کی فضیلت و شرافت کا شہرہ ہو گیا۔ میرے بیٹے نے کبھی بھی رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیا۔ آپ کے بھائی شیخ ابو احمد عبد اللہ آپ سے چھوٹے تھے۔ آپ علم و زہد میں بڑے معروف ہوئے۔ آپ کی چھوٹی ام محمد عائشہ بڑی نیک اور صالحہ عورت تھیں۔ ان سے بڑی کرامتیں ظہور میں آئیں۔ ایک دفعہ جیلان میں قحط کی شدت ہوئی تو لوگوں نے طلبِ دعائے باران کی۔ لیکن نماز استسقاء کے باوجود بھی بارانِ رحمت کا نزول نہ ہوا۔ لوگ اس نیک بی بی کے پاس آئے اور طلبِ بارانِ رحمت کی درخواست کی۔ کہتے ہیں حضرت ام محمد عائشہ نے اپنے صحن میں جھاڑو دیا اور کہا :

بَارِئُہَا! میں نے جھاڑو دے دیا ہے اب پانی برسانا تیرا کام ہے۔“ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ زوردار بارش برسنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے آسمان سے مشکوں کے منہ کھول دیے ہیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو پانی میں ٹرا بڑھ کر پہنچے۔ اس نیک بی بی نے بڑی عمر پائی اور جیلان میں ہی مدفون ہوئیں۔

یاد رہے کہ نسب نامہ میں لفظ ”موسیٰ“ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ناموں میں اضداد کے معنوں میں آتا ہے جسے ابیض، اسود پر اطلاق کیا جاتا ہے اور اس وزن پر بہت سے دوسرے لفظ بھی آتے ہیں یہاں بھی یہی مراد ہے ”موسیٰ ادم اللون“ اور وہ سفیدی جو سیاہی سے ملی ہوئی ہو۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کی عمر ساٹھ سال تھی کہ انھیں حمل ہوا۔ قریش کی عورتوں میں دیکھا گیا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی حمل ہو جاتا ہے۔ عبد اللہ لقب سے مراد خالص ہے کیونکہ آپ کے والد حسن بن حسن بن علیؑ اور والدہ فاطمہ بنت حسین بن علیؑ تھیں۔ اس طرح آپ کا نسب خالص ہے اور اس نسب میں کوئی موالی نہیں ہے۔ اس طرح آپ کریم الطرفین سید تھے۔ الحسنی والحسینی۔

مُجَلِّد (بضم میم و فتح میم) حسن ثنی کا لقب ہے۔ سلام اللہ علیہم اجمعین۔ آپ علماء کرام کی طرح لباس پہنا کرتے تھے اور اونٹ پر سوار ہوتے تو طیلسان کی چادر اوڑھ لیتے۔ آپ کے سامنے غاشیہ ڈال دیا جاتا تھا۔ جب آپ وعظ فرماتے تو بلند کرسی پر بیٹھتے۔ آپ کے کلام میں تیزی اور محبت کی آمیزش ہوتی۔ جب آپ بات شروع کرتے تو دوسرے لوگ خاموش ہو جاتے۔ جب آپ کسی چیز کا حکم فرماتے تو لوگ فوری بجالاتے۔ اگر کسی صاحبِ دل آدمی کی نگاہ آپ کے چہرے پر پڑتی تو اس کے دل میں خود بخود خضوع و خشوع پیدا ہو جاتا تھا۔ آپ جب نگاہ اٹھاتے تو یوں معلوم ہوتا گویا تمام لوگوں کو دیکھ رہے ہیں۔ جب آپ نماز جمعہ کے لیے جامع مسجد کو تشریف لے جاتے تو راستے میں لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور اپنی مشکلات اور مسائل کے متعلق سوال کرتے۔ آپ ان کے لیے دعا فرماتے جس سے مسائل حل ہو جاتے۔

آپ کی آواز، نشست و برخاست ہر طرح موزوں و مناسب ہوتی۔ آپ خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو آپ کی بلند آوازی سے ہر ایک سامع آسانی سے بات سُن لیتا تھا۔ جب آپ کو چھینک آتی تو لوگ سُن کر یوحنا اللہ کہتے۔

ایک دفعہ خلیفہ المستنجد باللہ جامعہ مقصورہ میں تھا تو لوگوں نے یوحنا اللہ کہا تو خلیفہ نے اپنے غلاموں سے دریافت کیا کہ یہ شور کیسا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ لوگ جناب شیخ سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھینک کے جواب میں دُعا کہہ رہے ہیں۔ خلیفہ یہ بات سُن کر مبہوت رہ گیا اور دل ہی میں کہنے لگا کہ اس مردِ حق آگاہ کی لوگوں کے دلوں میں کتنی عزت ہے۔ آپ بڑے صاحبِ عظمت و ہیبت تھے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو مخاطب پر بعض دفعہ رعب سے لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ کبھی آپ یونہی کسی پر نگاہ ڈالتے تو وہ لرزہ بر اندام ہو جاتا۔ جب آپ بیٹھتے تو آپ کے خادم آپ کے ارد گرد حلقہ باندھ لیتے گویا وہ شیر ہیں جو اپنے بادشاہ کے ارد گرد جمع ہیں۔ اس حلقے کی مثال ملنا محال ہے۔ آپ کے حکم کی اتباع فوری ہوتی اور ہر شخص اسے نہایت آسان جان کر بجا لاتا۔

آپ نحیف البدن اور میانہ قد و قامت کے مالک تھے۔ سینہ چوڑا، گھنی دراز ریش مبارک، سُرخ و سفید رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز، بارُعب کلام اور گفتگو میں بے پناہ اثر تھا۔ آپ چالیس سال کی عمر میں فتویٰ نویسی اور تدریس پر دوی ہو چکے تھے۔ آپ کی ولادت ۴۷۰ھ میں جیلان میں ہوئی اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی۔ آپ بغداد شریف میں ۴۸۶ھ میں تشریف لائے جب کہ آپ کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ آپ نے علومِ دینیہ حاصل کرنے میں بڑی محنت و مشاققہ سے کام لیا اور ائمہ کرام، شیوخِ وقت، علماء اُمت اور اعلامِ ہدی سے استفادہ کرتے رہے۔ پھر آپ قرآن حکیم اور اتقان پر غور کرتے رہے۔ حدیث کے فروع و اصول کو مقتدرِ محدثین سنا اور احادیث مشہور ترین محدثین سے حاصل کیں غرضیکہ تمام علوم متداولہ و مروجہ میں مہارت حاصل کر لی۔ اس سے پیشتر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے ولایت میں معروف کیا، آپ

دنیا سے علم ظاہریت میں آفتابِ کمال بن کر چمک رہے تھے۔ آپ کو مخلوق خاص و عام میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کی زبان اور دل سے حکمت کے رموز ظاہر ہونے لگے۔ آپ سے کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ ولایت کے بعد خاص مقامات آپ پر کھلنے لگے۔ مجاہدہ و تہجد میں انفرادیت آنے لگی۔ آپ کی دنیا کے علانی سے قطع تعلقی اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستگی ظاہر ہونے لگی اور طلبِ حق میں صبر اور مصائب و مشکلات پر تسلیم کی خوشی پیدا ہو گئی۔ آپ اپنے مدرسہ میں تدریس و قنوی نویسی کے کام میں منہمک رہتے اور وعظ و نصیحت کے دریا بہا دیتے اور زیارت بزرگانِ وقت اور نذر و نیاز کا قصد فرمانے لگے۔ آپ کے حلقہ میں وقت کے جید علماء کرام، فقہائے اعلام اور صالحینِ اُمت جمع ہونے لگے اور آپ کے کلام سے استفادہ کرنے لگے۔ طلبائے علم آفاق آپ کی مجلس میں آتے اور منتہی بن کر نکلتے اور مریدانِ عسراق آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتے۔ طلباءِ علومِ دینیہ جو مختلف مدارس سے تحصیلِ علوم کر کے آتے وہ بھی آپ کے کثرتِ علوم سے فائدہ اٹھاتے۔ آپ کے مدرسہ میں ایک درسِ تفسیرِ قرآن کا، ایک تشریحِ حدیث کا، ایک مذہبیات کا اور ایک اصول و نحو کا ہر روز ہوتا تھا۔ ظہر کے وقت قرأتِ قرآن پاک کا درس ہوتا تھا گویا آپ حقائق کے خزانوں کی کنجیاں تقسیم کرتے تھے۔ معارف و اسرارِ الہی کی راہیں آپ کے فیض سے کھلتی تھیں۔ آپ کے حلقہ سے علم و عمل کے منتہی استفادہ کرتے۔ وہ علم و حکمت میں قطبِ وقت سمجھے جانے لگے اور اصلِ فروع کی شناخت کراتے تھے۔ آپ کے ہاں معقولات، منقولات اور دوسرے علوم کے چشمے چھوٹتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے فیض سے قول و فعل اور تصنیف و تالیف میں بڑی مدد دی اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ بڑے فوائد اظہار کیے گئے۔ آپ کی آواز آفاقِ عالم میں نشر ہونے لگی، گردنیں آپ کے سامنے جھک گئیں۔ تمام مخلوق نے آپ کے کمال کے اعتراف میں گردنیں جھکا دیں اور آپ کے طرح طرح کے اوصاف زبانِ زہد و عوام و خواص ہوئے۔ آپ کا لقب بزرگِ طرفین و حدیث مشہور ہو گیا اور

آپ کو صاحب البرہانین والسلطانین کہا جانے لگا اور آپ کو امام الفرقین و طریقین کہا جانے لگا
آپ کا نام قطب الخافقین اور غوث الثقلین مشہور ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار اور بیحد و
حساب شاگرد آپ کے حلقہ تلمذ میں آتے۔ ان میں معروف زمانہ علماء و اولیاء کی بھی
خاصی تعداد تھی۔

صاحب بہجۃ الاسرار نے ان علماء و اولیاء کرام کے اسمائے گرامی بھی لکھے ہیں جنہوں
نے آپ سے تلمذ کیا اور لکھا ہے کہ یہ سارے علماء و فقہاء قادر یہ سلسلہ تصوف سے تعلق
رکھتے تھے۔ یہ سارے آپ کی تعظیم و تکریم دلی طور پر کرتے تھے۔ آپ کے آداب و سلوک پر
کار بند رہے۔ ان کے دلوں میں جناب غوث پاک کی محبت بھری ہوئی تھی۔ ان کی زبانیں آپ کے
مناقب سے مالا مال تھیں۔ اور وہ اپنے سلسلہ کے تمام ارادت مندوں کو آپ کی اتباع
کی وصیت کرتے رہے۔

شیخ امام ابی محمد ابراہیم بن محمود بطایچی (یہ وقت کے حلیل القدر فقیہ اور قاری تھے)
نے بیان کیا ہے کہ جب میرے شیخ طریقت کا تذکرہ بارگاہ رب العزت میں ہوتا تھا تو
اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ اور پھر
حضرت شیخ سید عبدالقادر کا ذکر ضرور آتا اور کہا کرتے تھے کہ جب مشایخ سے بیعت ہوتی
تو شیخ کے نام پر بھی بیعت لی جایا کرتی تھی۔

ابوصالح نصر قاضی القضاۃ بیان کرتے ہیں۔ میں نے اپنے والد شیخ عبدالرزاق
رحمۃ اللہ علیہ کو کتے سنا کہ جس سال میرے والد نے حج کیا تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ سیدنا
شیخ عبدالقادر نے شیخ ابو عمر عثمان بن مرزوق اور شیخ ابو مدین شعیب کو میدان عرفات
میں خرقہ خلافت پہنایا اور چند اور ادبھی آپ نے بتائے اور یہ لوگ آپ کے سامنے سجدہ
بیٹھے رہے۔

فرزند ان غوث الاعظم بہجۃ الاسرار میں آپ کی اولاد پاک اور ان میں سے

مشاہیر زمانہ بزرگوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے مگر ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ آپکی اولاد کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم آپ کے ان فرزندانِ ارجمند کا ذکر کریں گے جنہوں نے آپ کے فقہی مسلک کو اپنایا تھا اور آپ سے درسِ حدیث لیا اور اپنے وقت کے فاضل ترین اور یگانہ وقت بن کر چمکے۔ ان صاحبزادگان کے متعلق بہت علوم اشاروں میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح انہیں مراتب و احوال میں ایک دوسرے کی فضیلت کا معیار نہ بنانا چاہیے۔ یہ تمام علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ اُن سے مختلف النوع کرامات و کمالات ظاہر ہوتی رہیں۔

شیخ الانام سیف الدین ابو عبد اللہ عبد الوہاب جمال الاسلام قدوة العلماء فخر المتکلمین نے اپنے والدِ محترم سے فقہ میں سند حاصل کی اور حدیث بھی آپ سے ہی سنی اور امت کے دوسرے علماء محدثین سے بھی استفادہ کیا۔ وہ طلب علم کی خاطر بلادِ عجم میں مختلف مقامات پر رہے اور اپنے والدِ محترم کے بعد آپ کے مدرسہ میں درس دیا کرتے تھے۔ حدیث بیان فرماتے اور وعظ کرتے، فتویٰ بھی دیتے۔ بہت سے مشایخ اور علماء نے آپ سے سندِ خلافت حاصل کی۔ آپ شعبان ۵۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۵ شوال ۵۷۵ھ میں بغداد میں واصلِ بقی ہوئے۔ آپ کے مزار پر عظیم مقبرہ بنایا گیا ہے۔ دوسرے صاحبزادے شیخ الامام الائمہ شرف الدین ابو محمد ابی عبد الرحمن عیسیٰ شرف الاسلام جلال العلماء سراج العراق والمصر و اللسان علی الانسان المتکلمین تھے۔ آپ اپنے والد کے طریقِ فقہ پر عمل کرتے تھے۔ آپ سے اور آپ کے علماء کی جماعت سے حدیث سنی۔ اس طرح آپ درسِ حدیث اور وعظ بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ فتویٰ بھی دیتے تھے۔ آپ نے چند کتابیں مستفی بجواہر الاسرار، لطائف الانوار تصنیف کیں۔ یہ کتابیں علمِ تصوف میں مشہور ہوئیں۔ آپ پر بہت سے حقائق کشف ہوتے تھے۔ آپ مہر تشریف لے گئے اور وہاں حدیث بیان کرتے رہے۔ مہر میں بہت سے علماء آپ کے درس سے فارغ ہو کر دنیا سے علم میں

پھیلے۔ آپ کی وفات مصر میں ہی ۵۷۳ھ میں ہوئی۔

واسع العلم، عزیز الفضل، کامل العقل، متواضع جلیل القدر اور عالی رتب جناب شیخ الانام الجلیل شمس الدین ابو محمد ابو بکر جن کی کنیت ابی بکر عبدالعزیز تھی، آپ کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ جمال العراق اور فخر العلماء کے خطابات سے مشہور ہوئے۔ اپنے والد مکرم سے تفقہ کیا، حدیث سنی اور والد کے انداز میں وعظ و درس جاری کیے۔ وقت کے جلیل القدر علماء آپ کے درس سے فارغ ہوئے۔ وہ دافر العقل، عزیز العلم، متواضع اور حسن اخلاق کے مالک تھے۔

آپ کے چوتھے صاحبزادے شیخ الامام جمال الدین ابو عبد الرحمن ہیں جن کی کنیت ابو الفرح عبد الجبار تھی۔ آپ سراج العلماء مفتی عراق مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنے والد سے فقہ سیکھی، حدیث پڑھی اور درس جاری کیا۔ آپ بڑے نیک طینت اور وسیع القلب تھے۔ آپ کا سینہ اہل علم کی محبت کا گوارہ تھا۔ علم و فضل میں ید بیضا رکھتے تھے۔

شیخ الامام الحافظ تاج الدین ابو بکر عبدالرزاق سراج العراق، جمال الائمہ، فخر الحفاظ شرف الاسلام قدوة الاولیاء بھی آپ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے فقہ اپنے والد محترم سے سیکھی اور اپنے حلقہ درس سے بڑے بڑے جید علماء کرام پیدا کیے۔ وہ صاحب فکر انسان تھے۔ اچھی صحت تھی۔ زہد و تقویٰ کے مالک تھے اور بے پناہ علوم پر حاوی تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ تیس سال تک مراقبہ میں رہے اور ایک بار بھی آسمان پر نگاہ نہیں ڈالی۔ یہ بات حیا اور عظمت الہی کی بناء پر تھی۔ آپ ۶۳۶ھ میں بغداد میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کی ولادت ذیقعدہ ۵۲۸ھ میں ہوئی۔ شیخ الجلیل ابواسحق ابراہیم زین الفقہاء جمال المفسرین بھی آپ کے فرزند تھے۔ آپ نے اپنے والد سے فقہ لی اور بہت سے علمائے وقت آپ کے درس میں رہے۔ بڑے ثقہ، متواضع، کریم الاخلاق تھے۔ آپ واسط کی طرف چلے گئے اور وہیں ۵۹۲ھ میں ہوئی۔

الشیخ العالم الفاضل ابو الفضل محمد بھی آپ کے فرزند تھے۔ آپ بھی اپنے والد کے فقہ پر رہے اور ۲۵ ذیقعدہ ۶۰۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے اور مقبرہ جلیلہ میں دفن کر دیے گئے۔
 الشیخ الاجل ابو عبد الرحمن عبد اللہ لقیۃ السلف تھے۔ آپ نے بھی اپنے والد سے درس لیا وہ بچپن میں ہی علوم دینیہ میں یتا ہو گئے۔ وہ حدیث کا سبق دیتے تھے۔ بغداد میں ۲۷ صفر ۵۲۹ھ میں وفات پائی۔ ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ صاحبزادے جناب غوث الاعظم کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔

الشیخ الفاضل ابو زکریا یحییٰ بڑے فقیہ اور جلیل القدر عالم دین تھے۔ آپ مصر میں تشریف لاتے۔ آپ بڑے بااخلاق اور صاحب علم و فضل تھے۔ آپ بغداد میں شعبان کی پندرہ تاریخ ۶۰۰ھ میں واصل بحق ہوئے اور اپنے بھائی ابی عبد اللہ عبد الوہاب کے مزار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۶ ربیع الاول ۵۵۵ھ ہے۔

الشیخ الامام ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ بھی آپ کے جلیل القدر صاحبزادگان میں سے تھے آپ سراج الفقہاء زین المحدثین کہلاتے تھے۔ اپنے والد سے فقہ حاصل کی۔ حدیث کا سبق بھی جناب غوث الاعظم سے لیا۔ دمشق اور مصر میں درس حدیث دیتے رہے اور مخلوق خدا نے آپ سے بڑا استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ مصر میں قیام کرنے کے بعد دمشق میں قیام پذیر ہوئے آپ جمادی الاخریٰ ۶۱۲ھ میں فوت ہوئے اور سفع جبل قاسون میں دفن ہوئے تھے۔

صاحب بہجتہ الاسرار نے حضرت غوث الاعظم کی اولاد پاک کے علمی کمالات اور دینی خدمات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مولف نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ کی اولاد پاک سے لوگوں کو کس قدر علمی فیض حاصل ہوا اور کس قدر علماء کبار و فضلاء زمانہ نے ان سے تلمذ کیا۔ اس قسم کے کمالات علمیہ اور فیضان روحانیہ کسی بزرگ کی اولاد سے دیکھنے میں نہیں آئے۔

۵ ہرچہ اسباب کمال است رخ خوب ترا

ہمہ بردہ کمال است کما لا یخفی

آپ کے دس صاحبزادگان جن کا ہم لوہ ذکر کرتے ہیں، بڑے عظیم الشان اور رفیع المقام بزرگ ہوئے ہیں ان کے تفصیلی کمالات کا تذکرہ بہجۃ الاسرار اور دوسری کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آنحضرتؐ کی اولاد مقیم بہ ملتان، لاہور اور اوچ لاہور اور اوچ شریف آکر

قیام پذیر ہوئے۔ حضرت غوث پاک کی اولاد پاک میں سے ہیں اور یہ سارے گیلانی سید

حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہابؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ سچے خلفاء، صاحب عز و تمکین

سید ہیں۔ صوری و معنوی کمالات کے خزانہ ہیں۔ ان میں سے حضرت کلیم اللہ شیخ موسیٰ

بن شیخ حامد گیلانی بڑے معروف ہوئے ہیں۔ راقم الحروف (شیخ عبدالحق محدث) بھی اثنائے غلبی

اور حکم خداوندی سے اپنے والدِ مکرم کی اجازت لے کر ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتا رہا ہے اور اس

سلسلہ عالیہ کا حلقہ بگوش رہا ہے۔ ان کا مخلص محب اور مرید رہا ہے۔ آپ سلطانِ وقت

کے جلیل القدر امراء میں سے بھی رہے ہیں۔ آپ کے کسی مرید نے آپ کو شہید کر دیا تھا اور

ملتان میں مدفون ہوئے۔ فقیر (شیخ محدث) نے آپ کے متعلق یہ رباعی کہی تھی۔

اے دیدہ بیا جمال منظور بہ ہیں

آں جہہ و آں جمال و آں نور بہ ہیں

در وادی ایمن محبت بگزر ۴

ہم موسیٰ و ہم درخت ہم طور بہ ہیں

بہجۃ الاسرار کے مصنف شیخ الاجل ابو محمد یوسف بن الامام

الازجی عبدالرحیم بن علی الجوزی نے بیان کیا کہ مجھے حافظ

ابوالعباس احمد نے بتایا کہ میں اور تمہارا والد ایک دن

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک قاری نے قرآن پاک کی چند

آیات تلاوت کیں اور حضرت نے ان کی تفسیر بیان کی اور اس کی خاص توجیہ بیان کی میں نے

جناب غوث الاعظمؒ کے

ظاہری و باطنی علوم

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک قاری نے قرآن پاک کی چند

آیات تلاوت کیں اور حضرت نے ان کی تفسیر بیان کی اور اس کی خاص توجیہ بیان کی میں نے

آپ کے والد سے دریافت کیا کہ کیا آپ اس توجہ کو جانتے ہیں۔ انہوں نے بتایا، ہاں! حضرت نے ایک اور توجہ بیان کی۔ میں نے پھر پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہاں یہ بھی جانتا ہوں اور انہوں نے اس توجہ کی تشریح بھی میرے سامنے بیان کر دی۔ پھر اسی طرح آپ نے گیارہ توجہات بیان کیں۔ آپ کے والد ان سب کو بیان کرتے رہے۔ آخر آپ نے چالیس توجہات بیان کیں۔ میں نے آپ کے والد سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ اب میں نہیں جانتا۔ اس طرح جناب غوث اعظمؒ ہر توجہ کی نسبت قائل سے ملاتے رہے۔ آپ کے والد حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے علمی نہر پر بڑے حیرت زدہ ہوئے۔ آخر میں سید شیخ عبدالقادرؒ نے فرمایا: اب ہم قال سے حال کی طرف آتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ! یہ کہنا تھا کہ سارے اہل مجلس مضطرب ہو گئے اور چند لمحوں میں آپ کے والد نے اپنے کپڑے پارہ پارہ کر دیے۔ یہ معاملہ تو علم ظاہر کا مگر علم لدنی کی کسے خبر ہے۔ وہ تو انسانی ذہن کے احاطہ میں نہیں آ سکتا۔ کوئی واصف اس کی صفت بیان نہیں کر سکتا۔

ایک دفعہ شیخ بزازؒ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت دودھ پی رہے تھے۔ تھوڑا سا آرام کیا اور چپ رہے۔ پھر فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ نے علم لدنی کے متردد وارے میرے لیے کھول دیے ہیں اور ہر دروازہ زمین و آسمان کی پہنائیوں سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ پھر آپ نے معارف خواص پر گفتگو شروع کی جس سے اہل مجلس مدہوش ہو گئے۔ اس قسم کے کئی اور واقعات آپ کی مجلس وعظ کے ذکر میں بیان کیے جائیں گے۔ آپ کی خدمت میں دنیا سے اسلام کے ہر شہر سے استفتاء آیا کرتے تھے جس پر آپ کی آخرین رائے طلب کی جاتی تھی۔ ہم نے ایک رات بھی ایسی نہیں گزاری جس رات آپ کے پاس ایسے دینی سوالات نہ آئے ہوں اور ان پر آپ نے غور نہ کیا ہو اور پھر ان پر اپنی رائے ثبت نہ کی ہو۔ آپ فقہی مسائل میں امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ صاحب ہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ آپ مجتہد فی المذہب تھے۔ آپ

اجتہاد کرتے تھے۔ ان کا اجتہاد کبھی تو مسلک شافعی پر ہوتا اور کبھی مسلک حنبلی پر۔ یہ مشہور ہے کہ آپ مذہب حنبلی پر تھے اور بغداد میں اکثریت علماء حنابلہ کی ہی تھی۔ چونکہ امام احمد بن حنبلؒ بھی بغداد میں رہے اس لیے ان کی تعلیمات کا اثر زیادہ تھا۔ آپ کا مقبرہ بھی بغداد میں ہی ہے پہلے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بغداد میں رہے۔ پھر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو بغداد میں چھوڑ کر خود مصر چلے گئے۔ جناب غوث الاعظم حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بعض فقہی مسائل میں اختلاف رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب میں بہت سے مقالات پر لکھا ہے قال الامام احمد، قال امامنا احمد۔ آپ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے بڑے مداح تھے۔

شیخ قدوہ ابو الحسن علی بن الہیتمی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطو کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی قبر کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حنبلؒ نفس نفیس قبر مبارک سے باہر تشریف لائے اور سیدنا عبد القادر کو اپنے سینے سے لگایا اور ایک اعلیٰ خلعت پہنائی اور کہا: عبد القادر ابو علم شریعت، علم طریقت، علم حال و علم فعل الرجال اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کر دیے ہیں۔

صاحب ہجۃ الاسرار نے ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ عراق کے علماء کی طرف سے ایک فتویٰ آیا جس پر علماء عراق و عجم جواب دینے سے قاصر تھے۔ سورت مسئلہ یہ تھی: ”کیا فرماتے ہیں علمائے سادات اس انسان کے بارے میں جس نے اس شرط پر اپنی بیوی پر تین طلاق کی قسم کھالی کہ اگر وہ ایسی عبادت خداوندی کرے جس میں ساری کائنات ارضی میں اس کا اس وقت کوئی شریک نہ ہو سکے۔ ایسے حالات میں اسے کون سی عبادت کرنا ضروری ہے اور اگر وہ نہ کر سکے تو کیا اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔“ آپ نے فوری طور پر جواب لکھا کہ وہ شخص فوری طور پر مکہ مکرمہ میں آئے۔ مطاف کو خالی کرایا جائے اور وہ تنہا طواف کرے۔ اس طرح اس پر قسم واقع نہیں ہوگی۔

جناب شریف ابی عبداللہ محمد بن شیخ عباس بن خضر حسینی موصلیؒ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے خواب میں سیدنا شیخ عبدالقادرؒ کے مدرسہ بغداد کو دیکھا۔ وہ اتنا وسیع تھا کہ بحر و بر کے سارے مشایخ اس میں جمع ہیں۔ شیخ محی الدین جیلانیؒ ایک بلند تخت پر جلوہ فرما ہیں۔ ہر ولی اللہ کے سر پر عمامہ ہے اور ہر عمامہ پر ایک ایک طرہ۔ بعض اولیاء اللہ کے دو دو طرے تھے لیکن حضرت شیخ سید عبدالقادرؒ کے عمامے پر تین طرے تھے۔ میں اس خواب کی تعبیر میں حیران تھا، جب علی الصبح بیدار ہوا تو میرے سر ہانے حضرت خضرؒ کھڑے تھے اور فرما رہے تھے ایک طرہ علم شریعت کا ہے، ایک علم طریقت کا اور ایک علم حقیقت کا۔

———— مشایخ قادریہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے ”محی الدین“ وجہ تسمیہ محی الدین لقب کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: ”میں ایک دفعہ ایک لمبے سفر سے بغداد کی طرف لوٹ رہا تھا، میرے پاؤں ننگے تھے۔ مجھے ایک بیمار آدمی ملا، جس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور بڑا ہی نحیف الجسم نظر آتا تھا۔ مجھے اس نے سلام کیا میں نے ”وعلیکم السلام“ کہا تو مجھے کہنے لگا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ میں نزدیک ہوا تو مجھے کہنے لگا: ”مجھے اٹھاؤ۔ میں نے اُسے اٹھا کر بٹھایا تو اس کا جسم اچھا تو انا نظر آنے لگا اور اس کے چہرے پر رونق نظر آنے لگی۔ مجھے اُس نے پوچھا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگا: ”میں تمہارا دین ہوں جو اس قدر نحیف و زار ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے از سر نو زندگی بخشی ہے۔ آج سے تمہارا نام ”محی الدین“ ہوگا۔

جب میں جامع مسجد کی طرف واپس آیا تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھے کہنے لگا: ”یا سید محی الدین۔ میں نے نماز ادا کی تو لوگ میرے سامنے ادبا کھڑے ہو گئے اور ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے اور زبان سے ”یا سید محی الدین“ پکارتے جاتے تھے حالانکہ اس سے پہلے کوئی بھی مجھے اس لقب سے نہیں پکارتا تھا۔

حصولِ قربت، وصولِ سلوک، ریاضت، مجاہدہ، تزکیہٴ نفس، تصفیہٴ
طریقہٴ روحانیت قلب، تخلیہٴ روح، حصولِ فنا و بقا غرضیکہ احوال و مقامات سے
جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے اسے طریقہ کہا جاتا ہے۔

ہمارے شیخ ابو محمد علی بن ادیس یعقوبی نے ہمیں بتایا ہے کہ لوگوں نے شیخ علی بن ہبیتی
سے حضرت محی الدین سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہٴ روحانیت کے متعلق دریافت
کیا تو آپ نے بتایا کہ آپ کا ہر قدم خدا کی طرف اٹھتا تھا۔ آپ کا طریق تو حید تجرید اور توحید
تفرید میں تھا اور بارگاہِ الہی میں عبودیت کے موقف پر قائم تھے۔ یہ مقام عبودیت کسی چیز کیلئے
یا کسی چیز کی نسبت سے نہیں تھا بلکہ یہ کمالِ ربوبیت کی وجہ سے تھا۔ وہ ایسی شخصیت تھے
جو تفرقہ کی مصاحبت سے بہت بلند ہو کر احکامِ شریعت کی پیروی کے ساتھ جمعیتِ قلب
پر قائم تھے۔

شیخ عدی بن مسافر سے حضرت غوثِ اعظمؒ کے طریقہٴ تصوف کے متعلق دریافت
کیا گیا تو آپ نے بتایا کہ دل و جان سے ظاہری و باطنی اتحاد سے ریاضتِ خداوندی سے
لاغر ہو جانا اور نفس کی تمام صفات کو فنا کر کے تمام اقدارِ نفسانی کا پوست کشیدہ ہو جانا،
اور تمام نفع و نقصان اور دُوری و نزدیکی محض اللہ کی ذات کے لیے اختیار کر لینا۔ شیخ بقابن
بطوفراتے ہیں کہ سیدنا عبدالقادر کے قول و فعل میں مکمل اتحاد تھا اور نفس اور قلب ایک
سمت قدم اٹھاتے۔ اخلاص اور تسلیم باہمی کام کرتے۔ یہ ساری قوتیں کتاب و سنت کے
تابع تھیں۔ ہر خطرہ میں، ہر لحظہ اور ہر نفس میں اللہ تعالیٰ کی اتباع کو لازم قرار دیا کرتے تھے۔
شیخ ابوالفرح عبدالرحیمؒ نے بتایا کہ میں بغداد میں آیا تو سیدنا شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو صاحبِ حال اور فارغِ القلب پایا۔ آپ کا ذہن ماسوی اللہ
سے خالی تھا۔ ایک چیز میرے ذہن سے اُتر گئی تو میں اُتم عبید کے پاس آیا۔ شیخ رفاعی چونکہ
میرے خاں تھے اُن کے سامنے میں نے شیخ عبدالقادر کی مجلس کے اولین تاثرات پیش کیے۔

آپ نے مجھے کہا: بیٹا! اس وقت رُوسے زمین پر دُوسرا کون ہے جو شیخ عبدالقادرؒ کا مقابلہ کرے۔ جس مقام پر شیخ پہنچے ہیں اور جس روحانی قوت کے وہ مالک ہیں، کسی دُوسرے کو کب نصیب ہوتی ہے۔

شیخ عارف ابی الحسن علی قرشی (رحمۃ اللہ علیہ) سے لوگوں نے حضرت شیخ کے متعلق پوچھا تو آپ نے بتایا کہ آپ کی روحانی قوت تمام اولیاء اللہ پر فائق ہے اور آپ کا طریقہ مکمل توحید تھا اور آپ کی تحقیقات ظاہری اور باطنی شریعت کے مطابق ہوتی تھیں۔ آپ کا دل فارغ، تفکرات دنیا سے دُور اور مشاہدہ خداوندی میں غرق تھا۔ روحانیت کا ملک اعظم آپ کی رضا کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔

شیخ عارف ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفتح الہرمزیؒ جناب غوث الاعظم کا غائب ہونا نے بتایا ہے کہ میں سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی پورے چالیس برس خدمت کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس طویل عرصہ کے دوران عشاء کی نماز کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس دوران بعض اوقات خلیفہ بغداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور چاہا کہ آپ سے ملاقات ہو مگر جناب غوث الاعظم کو اپنے طریق عبادت سے فرصت نہ ملی۔ میں چند راتیں آپ کے پاس ٹھہرا تو میں نے دیکھا کہ آپ رات کے پہلے حقے میں نماز مختصر پڑھتے۔ پھر ذکر فرماتے، جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو فرماتے: المحيط العالم الرب الشهيد الحسیب الضال والخلق الخالق الباسی المصور۔ پھر آپ کا جسم نڈھال ہو جاتا اور بعض اوقات آپ کا جسم بہت چھوٹا ہو جاتا اور بعض اوقات بہت بڑا دکھائی دیتا۔ کبھی آپ کا جسم ہوا میں اڑتا اور غائب ہو جاتا پھر آپ نماز پڑھتے دکھائی دیتے۔ جس حقے میں غائب ہوتے وہ اکثر رات کے تیسرے حقے کا دُوسرا پہر ہوتا تھا۔

آپ کی عادت تھی کہ سجدہ دراز فرماتے اور اپنے منہ کو زمین سے لگا لیتے۔ پھر آپ

بیٹھ کر مراقبہ فرماتے۔ آپ کے جسم پاک کو نور کی شعاعیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ غائب ہو جاتے اور ان نورانی شعاعوں سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ بعض اوقات مجھے سلام سلام کہنے کی آواز آتی اور آپ و علیکم السلام کہتے۔ اس طرح آپ نمازِ صبح کے لیے باہر تشریف لے آتے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں پچیس سال عراق کے رجال الغیب اور جنوں کی حاضری جنگلوں میں ریاضت کرتا رہا۔ میں لوگوں کو پہچانتا تھا مگر لوگ مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ میرے پاس رجال الغیب اور جنوں کی جماعتیں آتیں اور میں انھیں خدا شناسی کا راستہ دکھایا کرتا تھا۔ چالیس سال تک میں نے عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی تھی۔ پندرہ سال تک نمازِ عشاء میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن پاک ختم کرتا رہا۔ میرا ہاتھ دیوار میں گڑے ہوئے کیل کی طرح رہتا تھا کہ مجھے نیند نہ آئے حتیٰ کہ سحری تک سارا قرآن پاک ختم کر لیتا۔ کبھی کبھی تین دن سے لے کر چالیس دن تک میرا ہونٹ کھانا نہیں کھایا کرتا تھا۔ کبھی میرے خوابوں میں ایسی صورتیں آتیں جنہیں میں زور سے آواز دیتا تو وہ صورتیں غائب ہو جاتیں۔ بعض اوقات دنیا اپنی تمام آرائشوں کے ساتھ میرے سامنے آتی میں اسے اتنا ڈانٹ دیتا کہ وہ میری نظروں سے دور ہو جاتی۔ میں پورے گیارہ سال "برج عجمی" پر قیام پذیر رہا۔ میری اقامت کی وجہ سے ہی اس برج کا نام "برج عجمی" پڑ گیا تھا۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ میں اپنے اللہ سے عہد کر لیتا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مجھے کھلایا یا پلایا نہیں جائے گا۔ چنانچہ میں اسی حالت میں چالیس روز تک رہا۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا۔ میرے سامنے اُس نے کھانا لگا دیا اور خود چلا گیا۔ شدتِ گرسنگی کے عالم میں یہ کوئی بڑی بات نہ تھی کہ میں کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتا مگر مجھے اپنی قسم یاد آگئی اور میں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ جھوک کی بے تابی سے میرے پیٹ سے ایک آواز آتی جو الجوع الجوع (جھوک جھوک) پکار رہی تھی۔ میں نے اس

آواز کی بھی کوئی پروا نہ کی۔ پھر میرے پاس شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہ العزیز تشریف لائے اور میری اس آواز کو سنتے ہی فرمانے لگے: بعد القادر! یہ کیسی آواز ہے؟ میں نے عرض کیا: یا حضرت! یہ میرے نفس کے قلق و اضطراب کی شورش ہے لیکن میری روح میرے اللہ کے پاس پرسکون ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: آؤ باب ازج کی طرف چلیں۔ آپ نے وہاں پہنچ کر مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور خود چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت خضر میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اٹھو! اور ابوسعید المخزومی کی طرف چلیں! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے سامنے کھانا رکھا تھا۔ میں نے پوچھا: یا حضرت! مجھے کھانا کون دے رہا ہے؟ آپ نے بتایا: یہ کھانا اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ آپ مجھے کھلاتے گئے حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا۔ پھر آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے خرقہ پہنایا۔ چنانچہ میں نے اسے پہن لیا اور اپنا کام جاری رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے پاس ایک اور شخص آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے پوچھا: کیا تم میری مجلس کی خواہش کرتے ہو؟ میں نے خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا: بشرطیکہ میری مخالفت نہ کرو۔ میں نے کہا: بہت اچھا۔ اس نے کہا: میرے آنے تک یہاں ہی بیٹھے رہنا۔ میں پورا ایک سال اُسی جگہ رہا۔ اور ایک سال بعد آیا اور مجھے اسی جگہ بیٹھے پایا۔ میرے پاس چند لمحے بیٹھ کر اٹھا اور مجھے کہا اب تم اس جگہ سے جاسکتے ہو اور اس وقت تک نہ آنا جب تک میں واپس نہ آ جاؤں۔ پھر وہ غائب ہو گیا اور ایک سال گزرنے کے بعد آیا۔ اس طرح اس نے تین بار کیا۔ جب آخری بار آیا تو اس کے پاس ایک نان اور دودھ تھا اور کہنے لگا: میں خضر ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ کھانا تمہیں کھلاؤں۔ ہم نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ اٹھو۔ ہم بغداد آئے، میرے شیخ نے دریافت کیا کہ ان تین سالوں میں تم کھانا کہاں سے کھاتے رہے ہو؟ میں نے بتایا جو چیزیں ظاہر ا زمین پر پھینک دی جاتی تھیں اور میرا نفس انہیں دیکھ پاتا اور آہ و زاری سے اُن چیزوں کے کھانے کی التجا کرتا اور کبھی

غصے سے لڑتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مجھے نفس کی خواہشات پر فتح دی۔

میرے پاس بسا اوقات شیاطین مختلف شکلوں میں
 شیاطین کا حملہ اور شکست آتے اور قسم قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر حملہ آور
 ہوتے اور میری طرف آگ کے انگارے پھیلتے۔ لیکن میرے دل میں اتنی استقامت تھی کہ
 میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں اپنے باطن میں کسی پکارنے والے کی آواز سناتا تھا؛ اسے عبدالقادر
 ثنابت قدم رہو، ہم نے تمہیں ثابت قدم کر دیا ہے جس طرح کہ حق ہوتا ہے۔ یہ شیطان میرے
 ارد گرد وائیں بائیں بھاگنے نظر آتے اور اس طرف بھاگ جاتے جدھر سے آتے تھے۔ کبھی کبھی
 تو ان شیطانوں میں سے ایک ہی آتا اور کہا کرتا تھا، اٹھو اور وہاں چلو ورنہ ہم یوں کر دیں گے
 اور یوں کر دیں گے۔ اس طرح مجھے دھکیاں دے دے کر ڈرایا جاتا تھا اور بے پناہ دہشت
 پھیلاتی جاتی۔ میں اُس کے منہ پر طمانچہ مارا کرتا اور وہ بھاگ جاتا اور میں لاحول ولا قوۃ الا
 باللہ العلیٰ العظیم پڑھتا تو وہ جلنے لگتا۔

ایک بار مجھے شیطان دور بیٹھا نظر آیا، وہ رو رہا تھا اور اپنے
 شیطان کے مکرو فریب سر پر خاک ڈال رہا تھا اور کہہ رہا تھا؛ عبدالقادر! تم نے
 مجھے مایوس کر دیا ہے۔ میں نے کہا؛ اولعنتی! بھاگ جاؤ، مجھے ہمیشہ تم سے خطرہ رہا ہے۔ وہ
 کہنے لگا؛ یہ بات میرے لیے بڑی سخت ہے حالانکہ میرے پاس کئی قسم کے جال ہیں جس میں
 شرک اور دوسرے وساوس کے جال بھی ہیں۔ میں نے اسے پوچھا؛ یہ کیا ہے؛ وہ کہنے لگا؛
 یہ دنیاوی خواہشات کا جال ہے جو آپ جیسے لوگوں کو قید کرنے کے کام آتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں،
 میں نے شیطان کے ایسے فریب سے ایک سال تک سخت نگرانی کی حتیٰ کہ ان خواہشات کا
 سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پھر دنیاوی اشیاء کی خواہش کو میرے ارد گرد لایا گیا، میں نے دریافت
 کیا کہ یہ چیزیں کیا ہیں؛ مجھے بتایا گیا کہ دنیاوی اسباب ہیں جو آپ کے ارد گرد جمع کر دیے
 گئے ہیں۔ میں نے ان اسباب پر پورا سال نگاہ رکھی حتیٰ کہ یہ اسباب بھی ختم ہو گئے اور میں

ان سے جدا ہو گیا۔ اس کے بعد میرے دل میں بہت سے علاقے جمع ہونے لگے۔ میں نے دریافت کیا، یہ کیا چیز ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی آرزوئیں اور اختیارات ہیں۔ مجھے اس کام پر بھی ایک سال تک توجہ کرنا پڑی تھی کہ یہ آرزوئیں اور اختیارات بھی میرے دل سے دور ہو گئے اور میرا دل ان تمام چیزوں سے آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد میرے نفس کو میرے سامنے کیا گیا میں نے دیکھا کہ نفس کے سارے درد اور اس کی خواہشات زندہ ہو گئی ہیں۔ میں نے ان خواہشات پر پورا سال توجہ دی تو نفس کے سارے درد ختم ہو گئے اور خواہشات کا خاتمہ ہو گیا اور میرے اللہ کا امر ہر چیز پر حاوی ہو گیا۔ میں تنہا رہ گیا اور باقی تمام چیزیں پیچھے رہ گئیں۔ اس کے باوجود بھی اپنے مطلوب تک نہ پہنچ سکا تھی کہ مجھے توکل کے دروازے میں گزر کر اپنے مطلوب تک آنا پڑا۔ مجھے اس راہ میں بڑی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر میں شکر کے دروازے سے ہو کر تسلیم کے دروازہ کی طرف بڑھا اور باب فنا سے ہوتا ہوا باب قرب کے پاس پہنچ گیا اور وہاں سے مشاہدہ کے دروازہ تک پہنچ گیا۔ ہر دروازہ پر مجھے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ میں ان سارے مقامات سے گزر کر فقر کے مقام پر پہنچا وہ خالی پڑا تھا، میں آگے بڑھا تو مجھے وہ تمام چیزیں نظر آئیں جنہیں میں پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ میرے سامنے گنج اکبر کھول دیا گیا مجھے وہاں بڑی عظمت ملی اور "حریت خالص" حاصل ہو گئی تمام اسباب دنیوی کو محو کر دیا گیا اور تمام صفات منسوخ کر دی گئیں اور الحمد للہ صرف ذاتی وجود ہی باقی رہ گیا۔

”نورِ شیطانی کی تاریکی“ شیخ جلیل ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ بن شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اُن کے والد محترم بتاتے تھے کہ میں ایک دفعہ سفر پر روانہ ہوا، جہاں مجھے کچھ دیر ہو گئی، پانی نہ ملا اور اس طرح مجھے سخت پیاس لگی، میرے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا چھا گیا اور کوئی چیز ان بادلوں سے نیچے اترتی دکھائی دی۔ پھر میں نے دیکھا کہ کوئی روشنی نمودار ہو رہی ہے جس سے تمام

افق روشن ہو گیا اور ایک شکل میرے سامنے ظاہر ہوئی جس نے بلند آواز سے کہا: عبد القادر!
 میں تمہارا رب ہوں میں نے تمہارے لیے تمام حرام چیزوں کو حلال کر دیا ہے۔ اب تم جو
 چیز چاہو، کھا سکتے ہو۔ میں نے اسی وقت اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہا اور
لکاد: اولعنتی! دور ہو جاؤ۔ ”و نور“ تاریکی میں تبدیل ہوتا گیا اور وہ صورت دھواں بن گئی
 اور کہنے لگی: عبد القادر! تیرے علم نے تجھے آج بچا لیا اور مناظرہ کے فن نے مجھے شکست
 دے دی ہے حالانکہ میں نے اب تک ستر اولیاء طریقت کو اسی طرح گمراہ کر دیا ہے۔
 میں نے کہا: ”مجھے میرے علم اور مناظرہ نے نہیں بلکہ میرے اللہ کے فضل نے بچا لیا ہے۔“
 مجھے پوچھا گیا کہ تم نے یہ کیسے معلوم کر لیا تھا کہ یہ شیطان ہے تو میں نے کہا: جب
 اُس نے مجھے یہ کہا جَنَّتْ لَكَ الْمُحَرَّمَاتُ تمہارے لیے تمام حرام حلال کر دیے گئے ہیں۔
شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود البزاز رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں
 بغداد سے شوشتر کا سفر کہ میں نے حضرت سیدنا عبد القادر سے یہ کہتے سنا تھا،
 ابتدائے کار میں میرے سامنے جو احوال آتے تھے میں انہیں حل کرنے میں بڑی جلدی
 کرتا تھا اور ان کے نتائج سے مجھے علم نہیں ہوتا تھا لیکن جس وقت یہ حجاب ختم ہو گئے۔
 یہ احوال آسان ہو گئے۔ ایک دفعہ مجھے ایک بہت دور واز مقام پر پہنچنا تھا میں بغداد کے
 ایک ویرانے میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک لمحے میں بلاد شوشتر میں پہنچ گیا ہوں حالانکہ
 بغداد سے شوشتر کا فاصلہ بارہ روز کی مسافت ہے۔ مجھے اپنے کام میں بڑی فکر ہوئی مجھے
 سامنے ایک عورت دکھائی دی جو کہہ رہی تھی: تمہیں اس بات پر تعجب آ رہا ہے؟ حالانکہ
 تم شیخ عبد القادر ہو۔

شیخ ابی عبد اللہ محمد بن الحنفیہ

حضرت شیخ کے بدن پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی بن عبد اللہ الحسینی الموصلی سے

روایت ہے کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ میں شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

تیرہ سال تک خدمت کرتا رہا۔ مجھے ایک دن بھی نظر نہیں آیا کہ آپ کے ناک یا گلے سے پانی بہہ نکلا ہو، اور میں نے اس تیرہ سالہ عرصہ میں آپ کے بدن پر مکھی بیٹھی نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی آپ کو کسی دنیا دار کے استقبال میں اٹھتے دیکھا۔ میں نے بادشاہوں کو وہاں آتے دیکھا وہ آپ کے ساتھ نیچے چٹائی پر بیٹھتے اور آپ کو کبھی کسی کے ساتھ کھانا کھاتے نہیں دیکھا ہاں، ایک بار آپ نے خلیفہ بغداد کو لکھا کہ عبدالقادر تمہیں یہ حکم دیتا ہے اور تیرے لیے یہ حکم بجالانا ضروری ہے۔ جب خلیفہ وقت کو یہ تحریر ملی تو اس پر فوری عمل کرتا گیا۔

کہتے ہیں ایک دفعہ آپ کی خدمت میں شاہی نقیب حاضر ہوا۔ اس سے پہلے وہ کبھی آپ کے پاس نہیں آیا تھا آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کاش! تم پیدا نہ ہوتے، اور اگر پیدا ہو گئے ہو تو تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے پیدا ہونے کا مقصد کیا ہے۔ اے خوابِ غفلت میں سونے والے! بیدار ہو۔ اپنی آنکھیں کھول اور غور کر کے دیکھ تمہارے سامنے کیا ہے، تمہیں معلوم نہیں کہ عذاب کے لشکر تمہارے سامنے آپہنچے ہیں۔ تم پیادہ پا ہو، زوال پذیر ہو، تم سفر کن انتقال کرنے والے ہو، کئی سال گزر گئے ہیں، کیا تمہارے کانوں تک میری ایک بات بھی پہنچی ہے؟ تجھے معلوم ہے کہ اس دنیا نے تجھ جیسے جاہ و کثرت کے کتنے متوالوں کو زہر پلا دیا ہے۔ خدا تک پہنچنے کے لیے صرف دو ہی قدم ہیں، ایک قدم نفس اور دوسرا قدم خلق۔ اگر ان دو قدموں پر قابو پایا تو اے مرید! خداوند تعالیٰ تک آسانی سے پہنچ جائے گا۔ ایک قدم دنیا ہے اور دوسرا قدم آخرت تک رسائی کا ہے۔

ایک بار آپ منبر سے نیچے اترے تو آپ کے ایک شاگرد نے عرض کی کہ آپ نے اپنے کلام میں بڑے مبائلغے سے کام لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میرا کلام ایک نور ہے جو دلوں کی ظلمتوں کو دور کر دیتا ہے۔

راوی نے بیان کیا ہے پھر وہ شاہی نقیب آپ کی مجلس میں اکثر آیا کرتا تھا، اور

نہایت عجز و انکسار کے ساتھ بیٹھا رہتا، حتیٰ کہ اسے موت نے آلیا۔

حضرت غوث پاکؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کا امر کس چیز سے ثابت ہوتا ہے؟
آپ نے فرمایا: حق گوئی سے۔ میں نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ قصہ بڑا مشہور ہے
جب آپ نے اپنی والدہ سے سفرِ بغداد کے لیے اجازت لی۔ اجازت دیتے وقت والدہ
نے آپ کو چالیس دینار دیے اور آپ نے اپنی گڈری میں سی لیے۔ راستے میں آپ کو
رہزنوں نے آلیا مگر آپ نے سچ بول کر انہیں توبہ پر آمادہ کر لیا تھا۔ رہزنوں کی توبہ آپ کی
زندگی کا مشہور واقعہ ہے۔

حضرت غوث اعظمؒ کا اگر کوئی لڑکا یا لڑکی فوت ہو جاتی تو آپ فریضہ تبلیغ دین کو ترک
نہ فرماتے تھے حتیٰ کہ لوگ جنازہ لے آتے تو آپ منبر سے اتر کر نمازِ جنازہ ادا کرتے تھے۔
جناب غوث الاعظمؒ جاڑے کی سردراتوں میں بھی ایک ہی گرتے میں گزارا کرتے تھے
اور اکثر ایسا ہوتا کہ سردیوں میں بھی بدن سے پسینہ نکلتا تھا اور شاگرد پٹکھا ہلاتے۔
ایک دفعہ آپ کی مجلس میں ملک کے نامور فقہاء اور ممتاز
مجلس وعظ میں سانپ علماء موجود تھے۔ آپ مسئلہ قضاء و قدر پر گفتگو فرما رہے تھے
کہ اچانک چھت سے ایک بہت بڑا سانپ مجلس میں آگرا۔ حاضرین ڈر کر بھاگ نکلے۔ مگر
آپ بیٹھے رہے۔ سانپ آپ کے کپڑوں میں گھس گیا اور جسم کے گرد حلقہ مار کر گریبان کے
راستے سے باہر نکل آیا اور آپ کی گردن میں لپٹ گیا۔ اس کے باوجود آپ نے سلسلہ کلام جاری
رکھا اور نہ ہی اپنی جگہ سے ہٹے۔ وہ سانپ آپ کو چھوڑ کر زمین پر آ بیٹھا اور دُوم کے بل کھڑا
ہو کر یوں ہمکلام ہوا جیسے ہم نے کبھی نہیں سنا تھا اور پھر باہر چلا گیا۔ لوگ لوٹ آئے۔
آپ نے فرمایا کہ سانپ نے مجھے کہا ہے کہ میں نے اس طرح بہت سے اولیاء کو آزمایا ہے
مگر آپ کی طرح کوئی بھی ثابت قدم نہیں رہا۔ میں نے سانپ کو بتایا کہ تم مجھ پر اس وقت
گرے جب میں قضاء و قدر پر گفتگو کر رہا تھا تو ایک حقیر کٹرے سے زیادہ حیثیت نہیں

رکھتا جسے قضاء و قدر حرکت دیتے ہیں۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ میرا فعل میرے قول کے برعکس نہیں ہونا چاہیے۔

غوث الاعظم کا وعظ جناب غوث پاک فرماتے ہیں کہ ابتدائے کار پر مجھے سوتے اور جاگتے ہیں امر و نہی کا غلبہ تھا۔ بعض اوقات کلام کا اتنا غلبہ ہوتا تھا کہ خاموش رہنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ صرف دو تین آدمی میری باتیں سنتے رہے۔ پھر لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی حتیٰ کہ مخلوق خدا کا ہجوم ہونے لگا۔ ایک وقت آیا کہ میں باب خلیفہ کے مصطفیٰ پر بیٹھا تو لوگوں کے لیے جگہ تنگ ہوتی تھی۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک وسیع میدان میں منبر رکھا گیا اور لوگ گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں پر سوار ہو کر میرا وعظ سننے دور دور سے آتے اور مجلس میں پوری محویت سے وعظ سنتے رہتے۔ کئی بار ستر ستر ہزار آدمی مجلس وعظ میں ہوتے تھے۔

شیخ عبدالوہاب، شیخ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبِ دہن عبدالرزاق اور عمر

بن کیمانی رحمۃ اللہ علیہم نے بیان کیا ہے کہ ہم نے شیخ سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منبر پر کھڑے یہ سنا تھا کہ مجھے ایک بار رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا: بیٹا! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں عجمی ہوں، بغداد کے فصحاء عرب کے سامنے کس طرح کلام کر سکتا ہوں۔ اے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنا منہ کھولو۔ جب میں نے منہ کھولا تو آپ نے سات بار میرے منہ میں آبِ دہن ڈالا اور حکم دیا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتا رہو۔ میں نے ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد سلسلہ وعظ شروع کیا، بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ لیکن میرا بدن کانپنے لگا۔ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ میرے سامنے کمرے ہیں اور فرما رہے ہیں: اپنا منہ کھول دو۔ جب میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ بار اس میں آبِ دہن ڈالا۔

میں نے عرض کی: یا حضرت! سات بار کیوں نہیں؟ آپ نے بتایا: آدابِ رسولِ خدا کی پاسداری ہے۔ یہ کہہ کر آپ غائب ہو گئے۔

پھر کہا کہ فکرِ غوطہ خورِ دل کے بجز خار میں معافی کے موتیوں کی تلاش میں ہے۔ ان موتیوں کو سینہ کے کنارے پر نکال کر قہہ گوزبان کے حوالے کر دیتا ہے۔ ایسے موتی دلوں کی گہرائیوں میں رکھے جاتے ہیں۔ وہ نیک طاعت کے نفائس سے خریدے جاتے ہیں۔ مشایخ کہتے ہیں یہ اولین کلام تھا جو جنابِ غوثِ پاکؒ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ امام ابو بکر عبدالعزیز جو سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے تھے نے بیان کیا ہے کہ مجھے شیخ قدوہ ابوالحسن علی بن ہبیتیؒ نے بتایا تھا کہ جب میرے والد مکرم منبر پر بیٹھتے اور الحمد للہ کہتے تو زمین کے تمام اولیاء اللہ خاموش ہو جاتے خواہ وہ مجلس میں موجود ہوتے یا مجلس سے دور ہوتے تھے انھیں ادباً خاموشی اختیار کرنا پڑتی تھی۔ آپ مکرراً الحمد للہ کہتے اور خاموش ہوتے تو اولیاء اللہ اور فرشتے آپ کی مجلس میں جمع ہو جاتے لیکن ہزاروں اولیاء اللہ اور فرشتے ویسے بھی مجلس میں شریک رہتے جو ظاہری آنکھوں نظر نہیں آتے تھے۔ ان آن دیکھے حضرات کی تعداد نظر آنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہوتی تھی۔ اس مجلس میں حاضرین پر رحمتِ خداوندی کی بارش ہوتی جو احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتی۔

شیخ ابو زکریا بن یحییٰ بن نصر بن عمر بغدادی معروف بصخر اوی نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے بتایا کہ انھوں نے تعویذوں کی مدد سے جنوں کو طلب کیا۔ انھوں نے حاضر ہونے میں قدرے توقف کیا اور کہنے لگے، جب سیدنا عبدالقادرؒ وعظ فرما رہے ہوں ہمیں بلایا کیجئے، کیونکہ ہم حضرت کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں ہم میں بہت سے جن اسلام قبول کر چکے ہیں اور آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے ہیں۔“

شیخ ابو حفص عمر بن حسین بن عطسیؒ نے کہا ہے کہ مجھے سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! میری مجلس سے دور نہ رہا کرو کیونکہ یہاں خلعتِ ولایت تقسیم ہوتی رہتی ہیں

وہ لوگ بڑے بد قسمت ہیں جو اس مجلس سے محروم رہتے ہیں۔ عمر بیان کرتے ہیں مجھے مجلس میں حاضر ہوتے عرصہ گزر گیا۔ ایک بار مجلس میں بیٹھے ہی مجھے غینہ آگئی اور خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ہزاروں سُرخ اور سبز خلعتیں اتر رہی ہیں اور حاضرین مجلس کو پہنائی جا رہی ہیں میں دہشت زدہ ہو کر اٹھا اور چلانے ہی لگا تھا کہ حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا: بیٹا! خاموش رہو۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ!

ابو حفصؒ ایک اور مقام پر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار جناب غوث اعظمؒ کی مجلس میں آپ کے سامنے بیٹھا تھا، مجھے نور کی تفصیل کی طرح کی ایک چیز دکھائی دی جو آسمان سے اتر رہی ہے اور جناب شیخ کے مُنہ کے قریب ہو کر آسمان کو لوٹ گئی۔ ایسا واقعہ تین بار دیکھا تو میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا تاکہ میں لوگوں کو بتا سکوں۔ لیکن حضرت نے مجھے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور مجلس کے آداب کو برقرار رکھو۔ میں بیٹھ گیا۔ مگر آپ کی زندگی میں میں نے کبھی کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا۔

شیخ عبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: سیدنا عبدالقادرؒ اپنی مجلس میں طرح طرح کے علوم پر گفتگو فرمایا کرتے تھے آپ کی شخصی عظمت کے پیش نظر کوئی بھی مجلس میں نہ تھوکتا اور نہ ہی کھنکارتا تھا اور نہ ہی کلام کرتا تھا۔ جب غوث پاکؒ فرماتے: قال تو ہو چکا اب حال کی طرف آئیے۔ تو لوگوں میں اضطراب اور جوش رونا ہوتا اور لوگوں میں حال اور پیچ و تاب ظاہر ہوتے۔ یہ بات آپ کی کرامات میں سے ہے۔ آپ کی مجلس سے دور لوگ بھی آپ کے وعظ سے ویسے ہی محظوظ ہوتے جیسے قریب والے۔ آپ کی نگاہ اہل مجلس کے دلوں پر ہوتی اور کشف الصدور کی روشنی میں دلوں کی مزاحمت فرماتے تھے۔ جب آپ منبر پر کھڑے ہوتے تو حاضرین بھی کھڑے ہو جاتے۔ جب آپ فرماتے خاموش۔ تو ایک سکوت طاری ہو جاتا تھا حتیٰ کہ لوگوں کے سانس کی آواز سنائی دیتی۔ بعض حاضرین مجلس جب اپنے ہاتھ فرش پر رکھتے تو

ان لوگوں پر پڑتے جو بظاہر نظر نہیں آتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کے وعظ کے وقت فضا سے رونے کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ بعض لوگوں کو دورانِ وعظ فرماتے کہ میرے نزدیک نہ بیٹھو، کیونکہ یہ مقام ولایت ہے، یہ مدارج کی جگہ ہے۔ اسے توبہ کے طلبکار و اتم آگے آ جاؤ۔ اور اسے عفو کے خریدار و بسم اللہ، آگے جاؤ۔ اور اسے خلوص کے جویاؤ! بسم اللہ، آگے آؤ۔ ہر ہفتے، ہر ماہ یا ہر سال یا کم از کم ساری عمر میں ایک بار ہی میری مجلس میں آ جاؤ اور ہزاروں چیزیں لے جاؤ۔ اسے ہزاروں سال سفر کرنے والو! میرے پاس اگر ایک بات ہی سُن لو۔ جب تم میرے پاس آؤ تو ریاکاری، زہد و تقویٰ کے غرور کو اپنے دل سے نکال دو اور جو کچھ میرے پاس ہے اپنے لیے حاصل کر لو۔ میری مجلس میں خاصانِ خدا، اولیاء اللہ اور رجال الغیب تشریف لائے ہیں۔ جنابِ منزہ کے واسطے سے مجھ سے تواضع سیکھتے۔ اللہ نے آج تک جو پیغمبر یا ولی پیدا فرمایا ہے میری مجلس میں زندہ مع الجسم اور واصل مع الروح آتا ہے۔

مجلسِ غوثِ اعظمؒ میں انبیاء کی تشریف آوری کی ہے کہ شیخ قدوہ ابی سعید

قبیلویؒ کہتے ہیں کہ میں چنداں نبیاء اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کئی بار جنابِ غوثِ اعظمؒ کی مجلس میں تشریف فرما دیکھ چکا ہوں۔ جس طرح آقا اپنے غلام کو شرف بخشتے ہیں، اسی طرح انبیاء کرام کے ارواح آسمان و زمین کی وسعتوں میں سیر فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ فرشتے گروہ درگروہ حاضر ہوتے ہیں۔ جن اور رجال الغیب بھی آپ کی مجلس میں آتے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو مجلس میں دیکھا گیا میں نے ان سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: فلاح و کامرانی کے لیے اس مجلس میں آنا بڑا ضروری ہے۔

شیخ جلیل شریف ابو عباس احمد بن شیخ عبد اللہ ازہر حسینیؒ نے خبر دی کہ ایک بار میں شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کی مجلس میں قریباً دس ہزار افراد موجود تھے۔ شیخ علی بن ہبیتی حضرت غوثِ الاعظمؒ کے سامنے دہ مقرر کے

پاس بیٹھے تھے انھیں ذرا اونگھ آئی۔ حضرت غوث پاکؒ لوگوں کو فرمانے لگے: خاموش رہو۔ جب سارے خاموش ہو گئے تو لوگوں کے سانس کی آواز کے بغیر کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔ پھر آپ منبر سے نیچے اترے اور شیخ علی ہیتؒ کے پاس مؤدب کھڑے ہو گئے اور غور سے دیکھنے لگے۔ علی ہیتؒ کی آنکھ کھلی۔ آپ نے علی ہیتؒ سے پوچھا: تم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ جب اس نے کہا کہ ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پر تمہارے سامنے ادباً کھڑا رہا۔ شیخ علی ہیتؒ نے کہا کہ حضورؐ نے مجھے نصیحت کی ہے کہ میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی مجلس میں حاضر رہا کروں۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا: جو تمہیں خواب میں نظر آئے میں انھیں بیداری میں دیکھ رہا تھا۔ راوی نے مزید بیان کیا کہ اس دن مجلس میں سات آدمی فوت ہوئے تھے۔

ایک دن حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ میرا کلام ان لوگوں کے لیے ہے جو کوہ قاف کے پرے سے آتے ہیں۔ ان لوگوں کے قدم ہوا میں لیکن دل حضرت قدس میں ہوتے ہیں ان کی ٹوپیاں اور عمامے شوقِ خداوندی سے جلتے رہتے ہیں۔ اس وقت آپ کے صاحبزاد سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قدموں میں منبر کے پاس ہی بیٹھے تھے اپنا سر اٹھا کر اوپر دیکھا ہی تھا کہ غش کھا کر گر پڑے اور ان کی ٹوپی اور عمامہ جل گئے۔ شیخ منبر سے نیچے آئے اور آگ کو بجھایا اور فرمایا: عبدالرزاق! تم بھی ان میں سے ہو۔

لوگوں نے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز نے بے ہوش کر دیا تھا؟ تو آپ نے بتایا کہ جوہی میں ہوا میں نگاہ کی دیکھا کہ ہزاروں لوگ مراقبہ میں کھڑے آپ کا کلام سُن رہے ہیں اور آسمان کے دونوں کناروں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے لباس آگ سے سُرخ ہیں۔ کوئی ان میں سے چنچتا ہے، کوئی بھاگتا ہے اور کوئی زمین پر مجلس میں آگرتا ہے اور ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر پڑا ترپتا ہے۔

ایک دن ایک قاری نے حضرت سیدنا غوث پاکؒ کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت کی

لسن الملک الیوم۔ یعنی آج کس کی شہنشاہی ہے؛ شیخ سید عبدالقادر سن کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے اس جلال کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ آپ نے لوگوں کو اپنی اپنی جگہ بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے دو تین بار پوچھا: کون پوچھ رہا ہے؟ میں کہتا ہوں: الملک لی! آج شہنشاہی میرے لیے ہے۔ یہ بات سنتے ہی اہل مجلس میں سے ایک شخص شیخ احمد نامی آپ کی طرف بڑھا اور پکار کر کہنے لگا: انا اقول الملک لی لانه لی لم یکن له مشلہ۔ میں کہتا ہوں بادشاہی میرے لیے ہے وہ میرے واسطے ہے اور اس کے واسطے ہے جس کی مثل اور کوئی نہیں۔ اس پر حضرت غوث اعظم نے بڑے زور سے چیخ ماری اور فرمایا: ارے احمق! تم اس کے اہل کہاں سے ہو گئے۔ کیا تم نے اس بلا کو دیکھا ہے جو تمہارے گرد گھومتی ہے۔ یہ بات سنتے ہی وہ شخص چلتا ہوا اپنے بدن سے صوف کا لباس پھاڑتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

شیخ ابو محمد فرح بن شہاب شیبانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت دنیا میں پھیلی تو بغداد کے ایک سوعلمائے دین (فقیہ) جن پر اہل بغداد کو کامل اعتماد تھا ایک ایک مسئلہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس دن یہ علماء کرام مجلس میں آئے، میں بھی اسی مجلس میں شریک تھا۔ وہ مجلس میں بیٹھے ہی تھے کہ جناب غوث اعظم نے مراقبہ فرمایا۔ آپ کے سینہ سے نور کا ایک شعلہ نمودار ہوا جسے بعض لوگوں نے دیکھا مگر بعض نہ دیکھ سکے۔ جن علماء کرام نے اس شعلہ نور کو دیکھا۔ چیخ مار کر کپڑے پھاڑنے لگے اور سر برہنہ ہو کر جناب غوث پاکؒ کے قدموں میں گر پڑے۔ مجلس میں ایک شور برپا ہوا تو میں نے خیال آیا کہ زلزلہ آیا ہے۔ حضرت غوث اعظمؒ ایک ایک کو اپنے سینے سے لگائے جاتے تھے اور پوچھتے جاتے تمہارا سوال یہ ہے، لو اس کا جواب ہے۔ اس طرح تمام علماء کرام مطمئن ہو گئے۔

سلب احوال اولیاء حضرت شیخ شیبانی مزید بیان کرتے ہیں کہ ان علمائے کرام کے

پاس میں خود ایک دن حاضر ہوا اور اُن سے جناب غوث پاکؒ کی مجلس کی اس کیفیت کی تفصیل دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ جب ہم مجلس میں بیٹھ گئے تو جس قدر ہمارے سینے میں علوم تھے سلب ہو گئے۔ جب حضرتؒ نے ہمیں سینے سے لگایا تو ہمارے وہ تمام علوم پھر لوٹ آئے۔ چونکہ آپؒ نے خود ہی ہمارے سوالات کے جواب دے دیے تھے۔ ہمیں کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جواب جناب غوث پاکؒ نے دیے وہ خود ہمارے ذہنوں میں بھی نہیں تھے۔

شیخ ابوقاسم محمد بن احمد بن علی جہنیؒ نے بیان کیا: میں ایک دن حضرت غوث اعظمؒ کے منبر کے پاس بیٹھا تھا۔ دو نقیب بھی آپ کے منبر کی سیڑھیوں پر کھڑے تھے۔ دوسرے لوگ منبر کے ارد گرد جمع تھے۔ اپنے جمال اور ہئیت کی وجہ سے شیر دکھائی دیتے تھے دورانِ گفتگو حضرت غوث اعظمؒ کی پگڑی کا ایک گوشہ کھل گیا جس کا غالباً آپ کو علم نہیں تھا۔ تمام حاضرین نے اپنی پگڑیاں اتار کر ادباً منبر کے نیچے رکھ دیں۔ جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے عمامہ کو درست کیا اور مجھے حکم دیا: ابوقاسم! لوگوں کو اُن کی پگڑیاں اور عمامے سر پر رکھنے کا کہہ دو۔ یہ ساری پگڑیاں لوگوں نے لے لیں مگر ایک دوپٹہ رہ گیا جسے میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا: یہ دوپٹہ مجھے دے دو۔ آپ نے اپنے کندھے پر رکھا اور مجلس سے باہر آ گئے اور فرمانے لگے: ابوقاسم! اصفہان میں میری ایک بہن ہے جب تم نے سب کے عمامے منبر کے نیچے رکھوائے تو اس نے بھی وہاں سے ازراہ ادب اپنا دوپٹہ یہاں پھینکا جسے میں نے پکڑ کر رکھ لیا۔ جب تم نے عمامے واپس کر دیئے تو اس بی بی نے اصفہان سے ہاتھ بڑھا کر میرے کندھے سے دوپٹہ اٹھالیا۔

قاضی القضاۃ ابوصالح نصرؒ نے اپنے چچا عبداللہ سید کلام غوث پاکؒ میں اثر عبدالوہابؒ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ بلادِ عجم کو سفر میں نکلے اور بہت علوم حاصل کیے۔ واپسی پر اپنے والد محترم (یعنی جناب غوث اعظمؒ)

سے اجازت چاہی کہ لوگوں کے سامنے وعظ کریں۔ آپ کی اجازت سے میں منبر پر جا بیٹھا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا کیا تھا بیان کرتا رہا۔ میرے والد بھی سنتے رہے۔ میرے وعظ سے نہ کسی کے دل پر رقت طاری ہوئی اور نہ اثر ہوا اور نہ کسی آنکھ سے آنسو نکلا۔ اہل مجلس نے میرے والد محترم کو وعظ کرنے کے لیے عرض کی، میں منبر سے نیچے آگیا تو میرے والد مکرم (جناب غوث پاکؒ) نے منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرمانے سے پہلے بتایا کہ میں کل روزہ دار تھا۔ میرے لیے سحری کی والدہ نے انڈے پکائے تھے اور ایک مٹی کے برتن میں ڈال کر طاق پر رکھ دیئے۔ اچانک ایک بلی آئی جس نے وہ برتن گرا دیے اور ٹوٹ گئے۔ یہ بات کہنا تھی کہ اہل مجلس نے ایک شور برپا کر دیا۔ جب آپ وعظ سے فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا کہ کیا بات تھی کہ آپ کی ایک مختصر سی بات نے رقت طاری کر دی۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! تم نے اپنے علوم اور سفر پر فخر کیا تھا۔ آپ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا: بیٹا! کیا تم نے آسمان تک کی سیر کر لی ہے؟ میں اکثر اپنے والد محترم کے منبر پر بیٹھ کر وعظ کرتا۔ مگر لوگوں پر بہت کم اثر ہوتا۔ لیکن جب غوث پاکؒ منبر پر تشریف لاتے تو فرماتے: نوجوانو! سچا ایک لمحہ کے لیے صبر کا نام ہے۔ اتنی بات سنتے ہی اہل مجلس میں گہرام بپا ہو جاتا۔ میں وجہ دریافت کرتا تو فرمایا کرتے تھے: تم اپنے دل سے بات کرتے ہو۔ مگر میں دوسرے کی بات کرتا ہوں۔

جناب غوث پاکؒ سے دوران وعظ اگر کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپ فرماتے: اس مسئلہ کی تفصیلات کے لیے مجھے اجازت لے لینے دیجئے۔ آپ اپنا سر نیچے جھکا لیتے اور آپ ہیبت زدہ ہو جاتے، آپ بڑا بوجھ محسوس کرتے تھے۔ جس طرح مشیت ایزدی ہوتی آپ اسی طرح گفتگو فرماتے، اور فرمایا کرتے: بخدا میں اس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا۔

ایک روز آپ مجلس وعظ میں بیان فرما رہے تھے تو حاضرین بے توجہ اور سست

نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرا بیان سننے کے لیے آسمان سے سبز پرندے بھیج دے۔ ابھی آپ بیان ختم نہیں کرنے پائے تھے کہ مجلس سبز پرندوں سے بھر گئی اور حاضرین نے ان پرندوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

ایک دن ایسی حالت میں مجلس میں ایک سبز پرندہ آپ کی آستین میں گھس گیا اور باہر نہیں نکلا۔ ایک دن آپ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک عجیب الخلق پرندہ مجلس پر سے گزرا۔ لوگ اسے دیکھنے کو متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو اس پرندے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ ابھی وعظ ختم نہیں ہوا تھا کہ وہ پرندہ آپ کی مجلس وعظ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔

شیخ قدوہ بقاء بن بطور رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک دفعہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپ منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے ناگاہ آپ نے سلسلہ بیان روک دیا اور بے ہوش ہو گئے اور زمین پر اتر کر پھر منبر پر جا بیٹھے اور منبر کے دوسرے پائے پر بیٹھ گئے۔ میرے دیکھتے دیکھتے منبر کی وسعت حدنگاہ تک بھیل گئی اور منبر پر ایک سبز فرش بچھ گیا جس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما نظر آتے۔ جناب غوثِ اعظمؒ کا جسم چھوٹا ہوتا گیا اور ایک چڑیا کے وجود سا نظر آنے لگا پھر اس کے بعد اس وجود نے بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک خوفناک صورت بن گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں یہ سارا واقعہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

جب شیخ بقاء سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور صحابہ کرام کی زیارت کی کیفیت معلوم کی گئی تو کہنے لگے کہ مقدس رُوحوں کو جسمانی شکل اختیار کرنے کی اللہ تعالیٰ نے پوری قوت دی ہے۔ وہ جس شکل میں چاہیں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ جب جناب غوثِ اعظمؒ کے جسم کے چھوٹے یا بڑے ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے بتایا تجلی اول اس طرح ظاہر ہوئی کہ کوئی انسان اس تجلی کے سامنے ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ حضرت غوثِ اعظمؒ

کو اگر جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سہارا نہ دیتے تو وہ گر پڑتے۔ تجلی دوم جلالی صفت مشاہدہ کے نمودار ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے جسم میں بالیدگی پائی گئی۔ یہ تمام اللہ کے فضل سے ہوا تھا۔

جناب غوث اعظم کا معمول تھا کہ ہفتہ میں تین بار وعظ فرمایا کرتے۔ جمعہ کی صبح، منگل کی رات اور اتوار کی صبح۔ آپ کی مجلس میں عراق کے مشایخ، مفتی اور علماء شریک ہوا کرتے تھے ان میں شیخ بقاء بن بطو، شیخ ابوسعید قلیوی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ ابونجیب عبدالقادر سہروردی، شیخ ماجد کردی اور شیخ مطربا درانی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) راوی نے بیان کیا ہے کہ میرا خیال ہے کہ شیخ مجلس غوث اعظم کی روحانی صدا عبدالرحمن طفسونجی بغداد میں تشریف نہیں لائے کیونکہ میں نے کئی بار انھیں طفسونج میں دیکھا۔ وہ عرسہ دراز تک کھڑے رہتے اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص شیخ سیدنا عبدالقادر کا وعظ سنا چاہتا ہو وہ میرے گھر چلا آئے۔ لوگ آپ کے گھر جاتے اور انھیں وہاں بیٹھے جناب غوث اعظم کی مجلس کا وعظ سنائی دیا کرتا تھا۔ بعض حضرات تاریخ اور وقت لکھ لیا کرتے تھے اور بعد میں دریافت کرنے پر معلوم ہوتا تھا کہ واقعی اس نے جناب غوث پاکؒ نے فلاں موضوع پر گفتگو فرمائی تھی۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت سیدنا عدی بن مسافر بیان کرتے ہیں کہ میں لالش پہاڑ پر رالش رکھتا تھا جسے جناب غوث پاکؒ کا وعظ سننا ہوتا تھا، وہ میرے مکان میں چلا آتا۔ چنانچہ آپ کے مقتدر دوست وہاں جمع ہو کر جناب غوث اعظم کا وعظ سنا کرتے تھے۔

آپ کے وعظ کی مجلس میں دو تین آدمی مرجایا کرتے تھے۔ مجلس میں تقریباً چار سو آدمی ایسے بھی ہوتے جو کلام غوث لکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی تو آپ مجلس میں حاضرین کے سروں پر کئی کئی قدم چلے جاتے اور پھر منبر پر واپس آ جاتے۔

حضرت نضرؒ کی اہل ایک بار جناب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس وعظ میں چند

قدم آگے بڑھے اور فرمانے لگے، اے اسرائیلی! ٹھہر جا، اور محمدؐ کی کلام سُننا جا۔ پھر آپ واپس آتے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کسے کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: جناب خضر علیہ السلام کا میری مجلس کے پاس سے گزر ہوا تھا اور میں نے چند قدم آگے بڑھ کر انہیں وعظ سُننے کا کہا۔

غرضیکہ اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جو جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ میں رونما ہوتے تھے آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں کوئی یہودی یا عیسائی دامنِ اسلام میں نہ آیا ہو۔ راہزن، چور، ملحد، بے دین اور بد عقیدہ لوگ آپ کی مجلس میں آکر تائب ہوتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے پانچسو کے قریب آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام آئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ چور اور قزاق تائب ہوئے۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے ایک عیسائی راہب آپ کی مجلس میں آیا اور دامنِ اسلام میں آگیا۔ اس نے لوگوں کو بتایا کہ میں یمن کا باشندہ ہوں۔ میرے دل میں اسلام قبول کرنیکی لگن پیدا ہوئی لیکن میں نے عہد کر لیا کہ میں اس شخص کے ہاتھ پر اسلام لاؤں گا جو دنیا بھر کے مسلمانوں سے افضل ہوگا۔ میں اسی فکر میں اکثر محو رہتا ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ تم بغداد کی طرف چلے جاؤ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو کیونکہ اس زمانہ میں وہی بہترین خلاق ارضی ہیں۔ ایک دفعہ آپ کے پاس تیرہ عیسائی آئے اور اسلام قبول کیا۔ وہ آپ کی مجلس میں بیان کرنے لگے کہ ہم عرب کے عیسائی ہیں، ہم نے جب سے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو ہمیں بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ کس کے ہاتھ پر اسلام لایا جائے۔ ہمیں کسی پکارنے والے نے پکارا، جس کی آواز تو ہم سُن رہے تھے مگر کوئی نظر نہیں آتا تھا اور وہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اے سوارو! بغداد کی طرف آؤ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو۔ خدا کی قسم اس کی صحبت سے تمہارے دلوں میں نورِ ایمان بھردیا جائے گا۔ یہ نورِ ایمان اس کے بغیر کسی مجلس

میسٹر نہیں ہو سکتا۔

شیخ صدق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بیت المقدس ایک قدم پر شیخ کی مجلس میں لوگ بیٹھے تھے اور شیخ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور وعظ و نصیحت سننے کے خواہاں تھے۔ حضرت شیخ تشریف لائے، منبر پر آکر جلوہ فرما ہوئے اور ابھی تک نہ تو آپ نے گفتگو کی اور نہ ہی کسی قاری کو قرأت کے لیے حکم دیا۔ اسی سکوت سے ہی اہل مجلس میں رقت پیدا ہو گئی۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ شیخ نے نہ تو ابھی بات کی ہے اور قاری نے قرآن پاک پڑھا ہے یہ وجد و رقت کس طرح پیدا ہو گئے۔ شیخ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: اے اللہ کے بندے! میرا ایک مرید بیت المقدس سے ایک قدم چل کر بغداد آیا ہے اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے آج حاضرین مجلس اس کی ضیافت میں ہیں۔ میں نے دل میں سوچا جو مرید ایک قدم میں بیت المقدس سے بغداد آ سکتا ہے اسے کس چیز کی توبہ کی ضرورت ہے۔ آپ نے مجھے پھر دیکھا اور فرمایا: توبہ وہ اس بات سے کرتا ہے کہ میں نے قدم تو اٹھالیا ہے، بیت المقدس سے بغداد تک۔ کاش یہ قدم راہِ محبتِ خداوندی میں اُٹھتا۔ اب میں اسے اس کی تعلیم دوں گا۔

حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا: میں مردِ خدا ہوں کہ جناب غوث اعظمؒ کے مراتب میری تلوارِ ننگی ہے اور میری کمان عین نشانے پر ہے۔ میرا تیرِ نشست پیسے۔ میرے نیزے صحیح مقام پر مار کرتے ہیں۔ میرا گھوڑا چاک و چوبند۔ میں اللہ کی آگ (نار اللہ) ہوں۔ میں لوگوں کے احوال سلب کر لیتا ہوں۔ میں ایسا بحر بیکراں ہوں جس کا کوئی ساحل نہیں۔ میں اپنے آپ سے ماوری گفتگو کرتا ہوں۔ مجھے اللہ نے اپنی نگاہِ خاص میں رکھا ہے۔ مجھے اللہ نے اپنے خاص ملاحظہ میں رکھا ہے۔ اے روزہ دارو! اے شب بیدارو! اور اے پہاڑ والو! تمہارے صومعے زمیں بوس ہو جائیں گے، میرا حکم جو اللہ کی طرف سے ہے قبول کر لو۔ اے دخترانِ وقت! اے ابدال و اطفالِ زمانہ!

آؤ اور وہ سمندر دیکھو جس کا کوئی ساحل نہیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میرے سامنے نیک نجت اور بد نجت پیش کیے جاتے ہیں مجھے قسم ہے لوح محفوظ میری نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے میں دریائے علوم الہی کا غواص ہوں۔ میرا مشاہدہ ہی محبت الہی ہے۔ میں لوگوں کے لیے اللہ کی حجت ہوں۔ میں نائب رسول خدا ہوں۔ میں اس زمین پر رسول اللہ کا وارث ہوں انسانوں اور جنوں میں مشایخ ہوتے ہیں، فرشتوں میں بھی مشایخ ہیں۔ مگر میں ان سب کا شیخ الکمل ہوں۔ میری مرض موت اور میری اولاد اور تمہاری مرض موت میں زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ مجھے دُوسروں پر قیاس نہ کرو اور نہ دُوسرے مجھے اپنے آپ پر قیاس کریں۔

اے مشرق والو! اے مغرب والو! اے زمین والو! اور اے آسمان والو! مجھے اللہ نے کہا ہے کہ میں وہ چیزیں جانتا ہوں جو تم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ مجھے ہر روز ستر بار حکم دیا جاتا ہے کہ یہ کام کرو، ایسا کرو۔ اے عبدالقادر! تمہیں میری قسم ہے یہ چیز پی لو۔ تمہیں میری قسم ہے یہ چیز کھا لو۔ میں تم سے باتیں کرتا ہوں اور امن میں رکھتا ہوں۔

حضرت نے مزید فرمایا: جب میں گفتگو کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی قسم یہ بات پھر کہو کیونکہ تم سچ کہتے ہو۔ میں اس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک مجھے یقین نہ دلایا جاتے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا میں ان تمام امور کی تقسیم و تفریق کرتا رہتا ہوں جن کے مجھے اختیار دیے جاتے ہیں۔ جب مجھے حکم دیا جاتا ہے تو میں وہی کام کرتا ہوں۔ مجھے حکم دینے والا اللہ ہے، اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ بات تمہارے لیے زہر ہلاہل ہوگی۔ تمہارا یہ اقدام نافرمانی تمہیں ایک لمحہ میں تباہ کر دے گا۔ میں تمہاری دنیا اور عاقبت کو ایک لمحہ میں ختم کرنے کی قدرت رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی تو میں تمہیں ان چیزوں کی بھی خبر دیتا جو تم کھاتے ہو، پیتے ہو اور گھروں میں چھپا کر رکھتے ہو۔ اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی (یعنی پاسِ شرع نہ ہوتا)، تو میں حضرت یوسفؑ کے پیالے کی خبر دیتا غرضیکہ دلوں کی ہر خبر واضح کر دیتا۔ مگر

چونکہ علم و امانِ عالم میں پناہ حاصل کرتا ہے اور ان کی خفیہ چیزوں کو ظاہر نہیں کرتا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ میں ہر اس خبر کو جانتا ہوں جو تمہارے ظاہر میں ہے میں اس چیز کی خبر رکھتا ہوں جو تمہارے باطن میں پوشیدہ ہے۔ میری نگاہ میں تم لوگ ٹیشے کی طرح صاف ہو۔

تمام مردانِ خدا جب مقامِ قدر میں پہنچتے ہیں تو ان کی نگرانی کی جاتی ہے۔ مگر مجھے بلا روک ٹوک اجازت ہے بلکہ عالمِ قدر میں میرے لیے ایک طاقچہ کھول دیا گیا ہے اور مجھے اس طاقچہ سے اندر پہنچایا جاتا ہے۔ میں نے تقدیرِ خداوندی سے لڑائی کی ہے اور اللہ کے حکم سے ان احکاماتِ قدریہ کو درست کیا ہے۔ مردِ کامل وہ ہوتا ہے جو تقدیر سے لڑے نہ کہ تقدیر کے سامنے سزنگوں ہو جاتے۔ آپ نے مزید فرمایا: جب منکرِ نیک میرے متعلق قبر میں آکر سوال کریں تو آپ لوگ ان سے میرے متعلق سوال کرو کہ میرا مقام کیا ہے؟

شیخ ابی الفضل حماد
جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیمتی لباس بن عبدان قرشی بغدادی

بزاز نے بیان کیا ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ طبلسان سر پر پہنتے اور علماء بغداد کی طرز پر بڑا قیمتی اور گرانبھا لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کا خادم میرے پاس آیا اور کہنے لگا: حضرت غوث پاکؒ نے گراں ترین کپڑے کا لباس بنانے کا حکم دیا ہے۔ (ایک گز کی قیمت ایک دینار سے کم و بیش نہ ہو) میں نے اس خادم سے پوچھا: یہ قیمتی لباس کس کے لیے ہے؟ اس نے کہا: سیدی غوث اعظمؒ کے لیے۔ میں نے اپنے دل ہی میں کہا کہ آج تو شیخ نے خلیفہ وقت کے لیے بھی کپڑا نہیں چھوڑا۔ ابھی یہ بات سوچی ہی تھی کہ میرے پاؤں میں ایک میخ آکر چھبی میں نے جو اس میخ کے زخم کو دیکھا تو اس میں میری موت گھورتی ہوئی دکھائی دی۔ دیکھتے دیکھتے میرے ارد گرد لوگ جمع ہو گئے اور اس میخ کو نکالنے لگے۔ مگر کوئی بھی کامیاب نہ ہوا۔ میں نے کہا مجھے اٹھا کر حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے پاس لے چلو۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: ابو الفضل! تمہیں ہمارے کپڑوں پر اعتراض کرنے کا

کیا حق ہے؟ خدا کی قسم میں آج تک کوئی کپڑا نہیں پہنا جس کا مجھے اللہ تعالیٰ پہننے کا حکم نہیں دیا۔ وہ حکم دیتا ہے کہ عبد القادر! اس حق کے بدلے یہ کپڑا پہن لو جو میں نے تمہیں عطا کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابوالفضل! دراصل یہ لباس ہمارا کفن ہوتا ہے، اور کفن ہمیشہ نفیس کپڑے سے تیار کیا جاتا ہے۔ ایسے ہزاروں کفن پہن چکا ہوں۔ یہ باتیں کرتے ہوئے آپ نے اپنے دستِ شفقت سے میخ نکال دی اور فرمایا کہ اس شخص کا اعتراض میخ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

خوارق جناب غوث الاعظمؒ اُن حضرت کے اکثر خوارق و کرامات تحقیقی طور پر ثابت ہو چکی ہیں۔ ان کی تعداد اتنی ہے کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ لیکن نمونہ مشتمل از خوارے کے طور پر چند خوارق پیش کی جاتی ہیں اور ان چند کرامات کو ہی اکثریت پر محمول کر لیا جائے۔

حضرت عبداللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامات حدِ تواثر سے ملتی ہیں جتنی کرامات آپ سے وارد ہوئی ہیں اس قدر کسی دوسرے سے رونا نہیں ہوئی۔

آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ سب سے پہلے آپ کو کس طرح علم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں دس سالہ تھا اور اپنے گھر سے باہر آ رہا تھا اور اپنے مدرسہ کی طرف جا رہا تھا، میں اپنے ارد گرد ہزاروں فرشتے دیکھے جو میرے ساتھ چلتے تھے۔ جب میں مکتب میں پہنچا تو میں سن رہا تھا کہ فرشتے دوسرے بچوں کو کہہ رہے تھے کہ جگہ دو، ولی اللہ تشریف لارہے ہیں، ان کے لیے جگہ بناؤ۔ پھر ایک دن میرے پاس ایک ایسا آدمی گزرا جسے میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ میں نے فرشتوں کو یہ کہتے سنا کہ یہ بچہ ولی اللہ ہے۔ اُس نے فرشتوں سے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ اُسے بڑا رتبہ دیا جانے والا ہے۔ اس کا کسی رتبہ سے ہاتھ نہیں روکا جائے گا اور بے پناہ عزت و کمکت دی جائے گی۔ اسے دور نہیں رکھا جائے گا بلکہ نزدیک کر لیا جائے گا اس

مکر نہیں کیا جانے گا۔ پھر اس شخص سے چالیس سال بعد میری واقفیت ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ شخص ابدال وقت تھا۔

شیخ قدوہ ابو عبد اللہ محمد بن قائد آدابیؒ نے بیان کیا ہے: میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا کہ کس چیز پر آپ کا حکم جاری ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ راستبازی پر، میں نے آج تک زبان سے جھوٹ نہیں بولا۔ میں اس وقت بھی جھوٹ نہیں بولتا تھا جب میں مکتب میں پڑھتا تھا۔ آپ نے مزید بتایا کہ میں اپنے شہر میں ابھی چھوٹا ہی تھا کہ شاداب اور بارونق علاقے کی طرف چلا گیا۔ میں ایک چراگاہ میں موشیوں کے پیچھے ہولیا اور کھیلنے لگا۔ ایک بیل نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا: سید عبدالقادر! آپ اس کام کے لیے تو پیدا نہیں ہوئے۔ میں بیل کی بات سن کر ڈر گیا اور گھبرا گیا اور کوٹھے کی چھت پر جا بیٹھا۔ میں نے دیکھا کہ میری نگاہ کے سامنے کعبۃ اللہ کے پاس میدانِ عرفات ہیں لوگ کھڑے نظر آنے لگے۔ میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور بغداد جانے کی اجازت چاہی۔ وہاں جا کر علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا اور ساتھ ساتھ نیک لوگوں کی زیارت بھی کرتا رہا۔ بچپن میں اپنے شہر گیلان میں جب میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیلنے نکلتا تو مجھے غائب سے کوئی پکارتا: میری طرف آؤ اور کھیلنا چھوڑ دو۔ میں ڈر کر بھاگ آتا اور اپنی ماں کی گود میں جا چھپتا تھا۔ مجھے خدا کی قسم ایسی آوازیں آج تک میں اپنی خلوت میں سننا رہتا ہوں۔

جب میں جوان ہوا تو ایک سفر پر روانہ ہوا تو مجھے آواز آئی: اے عبدالقادر! تمہیں میں نے اپنے لیے پیدا کیا ہے۔ آپ کوئی واقعہ رونما ہونے سے تیس سال پہلے ہی خبر دے دیا کرتے تھے۔ آپ پر ملک الموت کے پروگرام بھی واضح ہو جاتے تھے اور آپ کے سامنے ماہ و سال حاضر ہوتے تھے اور ہونے والے واقعات کی خبر دے دیتے تھے۔

ماہ و سال کی جنابِ غوثیت میں حاضری آپ کے صاحبزادے شیخ سیف الدین

عبدالوہابؒ نے یہ بات نقل کی ہے کہ کوئی ایسا مہینہ نہیں تھا جو میرے والد کی خدمت میں حاضر نہ ہوا ہو۔ اس سے پہلے کہ ہلال ظاہر ہو۔ اگر تقدیر الہی میں اس ماہ کے دوران کوئی حادثہ نمودار ہونا لکھا ہوتا اور کسی نقببان شدید کا خطرہ ہوتا یا کسی انعام و نعمت کے ظہور ہونے کا وقت ہوتا تو ان حالات کو آپ پر روز روشن کی طرح آگاہ کر دیا جاتا تھا۔

ایک دفعہ چند ایک مشایخ وقت سیدنا غوث الاعظمؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ یہ واقعہ آفر روز جمعہ ماہ جمادی الاخریٰ ۵۶۰ھ کا ہے شیخ گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آیا اور اس نے سلام کہا اور بتایا کہ میں ماہِ رحیم (رجب) آیا ہوں تاکہ آپ کو مبارک باد کہوں۔ میرے دوران عوام الناس کو بہت خوشیاں اور راحتیں میسر ہوں گی۔ کہتے ہیں اس سال سارا رجب ہر ایک کے لیے مسرت و جاں بخشی لاتا رہا۔ ایک دفعہ مہینہ کے آخری اتوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ ایک مکدہ اور بد صورت انسان کی شکل میں دکھائی دیا۔ ہم بھی حضرت غوث الاعظمؒ کے پاس بیٹھے تھے اس نے آتے ہی ”السلام علیکم یا ولی اللہ“ کہا اور بتایا کہ میں ماہِ شعبان ہوں۔ میری تقدیر میں لکھا ہے کہ اس ماہ کے دوران بغداد میں بڑی تباہی نازل ہوگی، حجاز میں قحط پڑے گا اور خراسان میں تلوار چلے گی۔ چنانچہ ایسے ہی واقعات و حادثات رونما ہوئے۔

ایک بار جناب غوث الاعظمؒ ماہِ رمضان میں بیمار ہو گئے۔ ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے اس مجلس میں شیخ علی بن ہیتی بن ابویوسف عبدالقادر سہروردی بھی حضرت کے پاس بیٹھے تھے دوسرے مشایخ بھی مجلس میں موجود تھے ایک روشن شکل نوجوان جس کے چہرے پر بڑا وقار تھا آیا اور کہنے لگا، ”السلام علیک یا ولی اللہ“ میں ماہِ رمضان ہوں، میں آپ سے معذرت طلب کرنے حاضر ہوا ہوں، میں اس ماہ آپ کو الوداع کہنے کا خواہاں ہوں۔ کہتے ہیں کہ اسی سال آپ واصلِ بحق ہوئے اور رمضان سے پہلے ہی (یعنی صفر) داعی اجل کو لبیک کہا۔ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز اور شیخ ابوحنیف عمر کیمانی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ

ایک دفعہ شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ بادلوں میں سیر کر رہے تھے اور آپ تمام اہل مجلس کے رُوس پر تھے تو آپ نے فرمایا، جب تک آفتاب مجھے سلام نہ کرے طلوع نہیں ہوتا۔ ہر سال اپنے آغاز سے پہلے میرے پاس آتا ہے اور مجھے اہم واقعات سے آگاہ کرتا ہے۔ اسی طرح ماہ و ہفتہ میرے پاس آکر سلام کہتے ہیں اور اپنے دوران جو چیزیں رونما ہونے والی ہوتی ہیں مجھے آگاہ کرتے ہیں۔

مشایخ میں سے اکثر حضرات نے اس روایت کو بیان تیرہ آدمیوں کی دستگیری کیا ہے کہ ہم ایک دن جناب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مجلس میں بیٹھے تھے جس میں آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کچھ مانگنا چاہے مانگ لے۔ شیخ ابوالسعود احمد بن حریمیؒ اُسٹھے اور عرض کی کہ میں ترک تدبیر و اختیار چاہتا ہوں۔ شیخ محمد بن قاندر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے مجاہدہ پر قوت چاہیے۔ شیخ ابوالقاسم عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے اللہ کا خوف عطا ہو۔ شیخ ابومحمد حسن فارسی نے کہا: مجھے خدا کے ساتھ صاحبِ حال بنا دیجئے۔ چونکہ اس نعمت سے میں محروم ہو گیا ہوں، مجھے یہ چیز ملنی چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو۔ شیخ جمیل ابویوسف صاحب خطوہ نے عرض کیا: مجھے حفظ وقت کی ضرورت ہے۔ شیخ ابوحفص عمر غزال کہنے لگے: مجھے زیادتِ علم چاہیے۔ شیخ جلیل صرصری نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں اُس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک مقامِ قطبیت پر نہ پہنچ جاؤں۔ شیخ ابوالبرکات ہمانے کہا: مجھے محبتِ الہی میں سچو دی درکار ہے۔ شیخ ابوالفتوح المعروف بابن الحضرمی نصر بغدادیؒ نے کہا: مجھے حفظ قرآن و حدیث کرا دیں۔ شیخ ابوالخیر نے عرض کی: مجھے ایسی معرفت درکار ہے کہ میں مواردِ ربانیہ اور غیر ربانیہ میں تمیز کر سکوں۔ شیخ ابو عبد اللہ بن ہبۃ اللہ نے کہا: مجھے درباںِ سرائی کی خواہش ہے۔ ابوالقاسم بن صاحب نے گزارش کی کہ مجھے حاجب باب عزیز بنا دیجئے۔ حضرت شیخ سید عبدالقادرؒ نے ان تمام حاضرین کی خواہشات سُنے کے بعد یہ آیت پڑھی:

وکلانسد هؤلء وهؤلء من عطاء ربك وما كان عطاء

ربك محظورا۔

میں تمام کی مدد کر رہا ہوں اور یہ تمام نعمتیں تیرے پروردگار کی عطا سے ہیں اور تیرے پروردگار کی عطا سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے خدا کی قسم! ان لوگوں کو وہ تمام نعمتیں مل گئیں جو انہوں نے طلب کی تھیں میں نے ہر ایک شخص کو اسی مقام پر دیکھا جس کی اس نے حضور غوث پاکؑ سے تمنا کی تھی، البتہ جلیل مصری کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے وعدہ قطبیت نہیں کیا تھا لیکن بعض روایات میں چونکہ آپ کی عطاء ایک عام سوال کے ماتحت تھی۔ جلیل مصری بھی قطب وقت بنا دیے گئے تھے مگر یہ مقام انہیں موت سے پہلے صرف سات دن نصیب ہوا۔

شیخ ابوسعود حسب منشاء ترک اختیار کی انتہا کو پہنچ گئے تھے اور ان کا مرتبہ اس قدر بلند ہوا کہ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میرے دل میں میرے مصلے سے آگے کوئی خطرہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ شیخ بن قاید کو مجاہدہ پر پورا اختیار مل گیا تھا۔ اس کی مثال آپ کے زمانے میں دوسرے کسی بزرگ کے ہاں نہیں ملتی۔ وہ عمر کے آخرین حصہ میں تقریباً چودہ سال زیر زمین مجاہدہ کرتے رہے۔ میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ میں نے بھوک کو بھوکا کر دیا ہے اور پیاس کو پیاسا بنا دیا ہے۔ نیند کو سلا دیا ہے اور بیداری کو بیدار کر دیا ہے۔ میں نے ڈر کو ڈر دیا ہے اور مصائب کو بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے صرف اللہ میرے حکم پر غالب ہے۔

شیخ عمر بن ازہر رحمۃ اللہ علیہ خوف کے درجہ عالیہ پر پہنچے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپ کے دماغ سے حلق تک خوف کی آواز آتی تھی۔ شیخ حسن فارسی پر جب غوث پاکؑ نے نگاہ ڈالی تو مجلس میں بیٹھے ہی مضطرب ہو گئے اور اسی وقت اُٹھے۔ میں دوسرے دن ان سے ملا اور ان سے مجلس کی حالت دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ میرے احوال قلبی ایک مدت سے سلب ہو چکے تھے۔ جناب غوث الاعظمؑ نے ان احوال کو میری طرف لوٹا دیا اور اس

ضمن میں آپ کی ایک نگاہ ہی کام کر گئی۔

شیخ جمیلؒ کو حفظ و مراعاتِ نفس میں وہ چیزیں حاصل تھیں جو میں نے دوسروں کے ہاں نہیں پائیں۔ وہ خلا میں اپنی تسبیح کے دانوں کو معلق کر دیا کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ اپنی تسبیح کسی دیوار کی میخ سے لٹکا دیتے تھے اور یہ تسبیح دانہ دانہ ہوجاتی تھی اور ایک ایک دانہ آپ کے ہاتھ تک اڑتا چلا آتا تھا۔ میں نے یہ حال کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

شیخ عمر غزالؒ نے کئی قسم کے علوم جمع کر لیے اور ان تمام کو ازبر کر لیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنی لاتبریری کی ہزاروں کتابیں فروخت کر دیں۔ آپ کو ان کتابوں کی فروخت پر بڑی سرزنش ہوئی لیکن انہوں نے بتایا اب مجھے ان کتابوں کی اپنے کتب خانے میں ضرورت نہیں کیونکہ یہ مجھے ازبر ہو گئی ہیں۔

شیخ ابوالبرکات ہمامی پر جناب غوث الابراہیمؒ نے ایک نگاہ ڈالی۔ وہ مجلس میں بیٹھے تھے کہ بیہوش ہو گئے۔ انہیں وہاں سے اٹھایا گیا، ان کی لاشوری میں ہی بغداد سے لے جا کر کوفہ میں پہنچا دیا گیا۔ میں نے انہیں ایک دن کوفہ کے شراب خانے میں حیران کھڑے پایا کہ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے انہیں بلایا، مگر وہ میری طرف متوجہ نہ ہوئے میں واپس آگیا۔ چند سال بعد مجھے بعہہ جانے کا اتفاق ہوا تو مجھے وہ پہلے حال پر ہی ملے۔ میں اُن کے پاس گیا اور گفتگو کرنا چاہی مگر انہوں نے پسند نہ کیا۔ میں وہاں سے ہٹ کر اُن کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا: اے اللہ! میں جناب غوث پاکؒ کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ انہیں عقل لوٹا دے تاکہ وہ مجھ سے بات تو کر سکیں۔ چنانچہ وہ اٹھے اور میرے پاس آکر السلام علیکم کہا۔ میں نے انہیں پوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ آپ نے بتایا: بھائی! مجھے غوث پاکؒ کی ایک نگاہ نے غیر اللہ کی محبت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب میرے نفس اور وجود کے سامنے دوسری کسی چیز کی اہمیت نہیں ہے۔ یہ کہتے ہوئے اپنی

جگہ پر واپس چلے گئے۔ میں روتا واپس آ گیا حتیٰ کہ آپ اسی حال میں وفات پا گئے۔
 شیخ ابو الفتوح نے قرآن پاک چھ ماہ میں حفظ کر لیا اور ان کے سامنے جتنے بھی مشکل مسائل تھے
 حل ہوتے گئے۔ سب سے قرات پر ماہر ہو گئے۔ بہت سی کتابیں یاد ہو گئیں، احادیث ازبر
 کر لیں اور ان سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وفات پائی۔

شیخ ابو الخیر بشر وہی اس حدیث کے راوی ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے میرے
 سینہ پر ہاتھ رکھا تو مجھے اپنے سینہ میں ایک نور آتا دکھائی دیا۔ اسی دن سے مجھے حق و باطل میں
 فرق محسوس ہونے لگا اور ہدایت و گمراہی میں فرق معلوم ہو گیا حالانکہ مجھے ان چیزوں کے متعلق
 بڑا شک اور شبہ تھا۔

عبداللہ بن ہبیرہ وزارت نیابت کے ستوں مقرر کر لیے گئے۔ ابو الفتوح کو خلیفہ کے
 گھر کی تولیت ملی گئی۔ ابو القاسم کو خلیفہ کے دروازے پر حاجب مقرر کیا گیا۔ یہ دوگ اپنے اپنے
 عہدوں پر ایک طویل مدت تک رہے۔

شیخ ابا محمد عبدالملک ذبالؒ نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر گیلانیؒ
 کے مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت غوث اپنے گھر سے نکلے۔ آپ کے ہاتھ میں
 ایک لٹا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کاش! مجھے اس لوٹے سے کوئی کرامت
 دکھائی جاتی۔ آپ نے قسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور وہ لٹا زمین پر پھینک دیا۔
 لٹا زمین پر گرتے ہی ایک نور ظاہر ہوا جس سے زمین و آسمان کی پنائیاں اور آفاق کی
 وسعتیں روشن ہو گئیں۔ آپ نے اسے پھراٹھا لیا اور وہ اسی حالت میں آ گیا۔ آپ نے
 مجھے فرمایا: بس ذبال! تمہیں اسی چیز کی خواہش تھی۔

مشائخ طریقت نے شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر حرمی بغدادیؒ
 ایک تاجر کا واقعہ کی زبانی یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ابوالمنظر حسن بن تمیم نامی تاجر
 شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا، یاسیدی! میں تجارت کے

سلسلہ میں سفر کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے کہا: اگر تم نے اس سال سفر کیا تو قتل کر دیے جاؤ گے اور تمہارا مال و اسباب لوٹ لیا جائے گا۔ ابو المنظر بڑا افسردہ دل ہو کر مجلس سے باہر آگیا اور حضرت شیخ عبدالقادرؒ جو ان دنوں ابھی نوجوان تھے کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت نے فرمایا: تم سفر کرو، صحیح سلامت لوٹ آؤ گے اور میں اس بات کا ضامن ہوں۔ ابو المنظر سفر تجارت پر نکلا اور اپنا مال و اسباب ایک ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ وہ ایک حمام میں گیا اور حمام کے طاق میں ایک ہزار دینار کی تھیلی رکھ دی اور اُسے اٹھانا بھول گیا اور اس مکان میں آگیا جہاں اس کا قیام تھا اور گہری نیند سو گیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک قافلہ کے ہمراہ سفر کر رہا ہے اور راستے میں عرب قزاقوں نے اس قافلہ پر حملہ کر دیا اور قافلہ کے ہر شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایک قزاق نے اس کی گردن بھی اڑا دی۔ وہ اس دہشت ناک خواب سے بیدار ہوا، اور کانپنے لگا۔ اسے اس خون کا اثر اپنی گردن پر محسوس ہو رہا تھا اور ان شدید ضربات کا درد محسوس ہو رہا تھا۔ اُسے اپنا روپیہ یاد آیا اور اُٹھ کر حمام میں دوڑا دوڑا گیا۔ اس کا ہزار دینار وہیں پڑا تھا۔ بغداد میں واپس آکر اس نے فیصلہ کیا کہ دونوں بزرگوں سے ملے۔ چونکہ حضرت دبائے ضعیف تھے۔ جن کی بات سچی ہوئی ہے وہ شیخ عبدالقادرؒ تھے لیکن وہ حضرت دبائے کے پاس گیا۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ شیخ سید عبدالقادرؒ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے محبوب ہیں۔ انہوں نے تمہاری بریت اور فائدے کے لیے اللہ تعالیٰ سے شربار سفارش کی تھی حالانکہ تمہاری تقدیر میں نقصانِ سرمایہ اور قتل لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی تقدیر کو بدل دیا اور صرف خواب میں اس کا منظر دکھا کر قتل سے بچا لیا اور مال کے نقصان کو بھی بھول جانے سے بچا لیا۔

پھر وہ شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا کہ شیخ حمادؒ نے تمہیں میرے شربار سفارش کرنے کا واقعہ سنا دیا ہے۔ ابو المنظر نے کہا: ہاں۔ آپ نے

فرمایا: خدا کی قسم میں نے تمہاری بریت کے لیے اپنے اللہ سے کمر بستہ رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس تقدیر کو بدل دیا۔ بیداری کی چیز کو خواب میں دکھادیا۔ مسحور اللہ مایشاء و ثبت۔ (اللہ جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے، جسے چاہتا ہے ثابت کرتا ہے) عندہ اتم الکتاب (اس کے سامنے لوح محفوظ ہے)

شیخ ابوالمنظر منصور ابن مبارک واسطیؒ نے روایت کی ہے:

علوم فلسفہ کی ضبطی میں اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاس چند کتابیں ایسی تھیں جن میں یونانی فلسفہ اور روحانیات بھرا پڑا تھا۔ مجھے اہل مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ جب حضرت آپ کے علوم یا کتابوں کے متعلق پوچھیں تو یہ کتابیں لے کر گھر آجانا۔ جب مجھے پوچھا گیا تو میں اٹھاتا کہ گھر آ جاؤں اور ان کتابوں کو گھر چھپک دوں تاکہ شیخ ناراض نہ ہوں کہ میں کیا پڑھتا رہتا ہوں لیکن میرا دل چونکہ فلسفہ سے دل چسپی رکھتا تھا۔ میں ان علوم اور ان کتابوں کو ضائع کرنے کو تیار نہ تھا اور بہت سے مسائل تو مجھے ازبر ہو گئے تھے۔ میں اپنے ارادے سے اٹھا ہی تھا کہ شیخ نے میری طرف دیکھا، میں اٹھ نہ سکا۔ میری حالت اس شخص کی سی تھی جسے قید کر لیا گیا ہو اور اس کے پاؤں باندھ دیے گئے ہوں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اپنی کتاب مجھے دے دو۔ جب میں نے اس کتاب کو کھولا تو مجھے صرف سفید کاغذوں کا دفتر نظر آنے لگی۔ تمام حروف محو ہو چکے تھے۔ میں نے کتاب آپ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ آپ نے ایک ایک صفحہ دیکھا اور فرمایا: یہ تو قرآن کے فضائل ہیں جسے محمد بن ضریس نے لکھا ہے۔ میں نے کتاب لی تو واقعی وہ کتاب فضائل قرآن تھی۔ جو بڑے خوش انداز میں تحریر تھی۔ مجھے فلسفہ کی ساری چیزیں جو یاد تھیں بھول گئیں اور مسائل فلسفہ اور احکام روحانیات میرے سینے سے مٹ گئے ان میں سے ایک مسئلہ بھی آج تک میرے حافظے میں نہیں آیا۔

ایک روایت میں ہے حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں جیلان کے مشائخ کی

ایک جماعت حاضر ہوئی۔ انہوں نے آپ کے لوٹے کو غیر قبلہ رخ پڑا پایا۔ آپ کا خادم مجلس میں بیٹھا تھا۔ آپ نے ایک نگاہِ خشکیں ڈالی تو وہاں مردہ پڑا تھا اور ایک نگاہ لوٹے پر ڈالی تو وہ قبلہ رخ ہو گیا۔

آپ کے مدرسہ میں مختلف ممالک کے مشائخ حاضر حضرت غوث الاعظم کا جلال ہوئے۔ حضرت غوث پاکؒ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ دسترخوان بچھا دے۔ جب دسترخواں بچھا دیا گیا اور کھانا شروع ہوا تو آپ نے خادم کو حکم دیا کہ وہ بھی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالے۔ مگر خادم نے بتایا کہ وہ روزے سے ہے آپ نے اسے کہا، کھاؤ تمہیں روزے کا ثواب ملے گا مگر خادم بضد رہا کہ اس کا روزہ ہے وہ نہیں کھائے گا۔ آپ نے پھر کہا: کھاؤ تمہیں ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے پھر کہا: میں تو روزہ دار ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا: کھاؤ تمہیں سارے جہان کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے پھر کہا: میں نے روزہ رکھا ہے۔ آپ نے ایک غضب ناک نگاہ سے دیکھا، وہ زمین پر گرا اور اس کا بدن سوجھنے لگا اور اس سے خون اور پیپ بہنے لگی مشائخ نے اس خادم کی سفارش کرنا چاہی مگر وہ بھی آپ کے غضب کے ڈر سے خاموش ہو گئے مشائخ کی اس خاموشی پر آپ کو ترس آ گیا اور وہ اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کوئی عارضہ ہی نہیں تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک صاحبِ کرامات بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے: میں تو مقامِ یونس علیہ السلام سے بھی آگے پہنچ گیا ہوں۔ اس شخص کے اس دعویٰ کا تذکرہ جناب غوث الاعظمؒ کی مجلس میں کیا گیا تو آپ کا چہرہ غصے سے تابناک ہو گیا۔ آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے مگر غصے کے عالم میں اس تکیے کو لے کر اپنے سامنے رکھ دیا ابھی یہ حالت ہوئی تھی کہ وہ دعویٰ کرنے والا مرا پڑا تھا۔ کسی نے اس کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا، اس نے

بتایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش لیا ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق میرے دعویٰ کو بھی معاف کیا گیا۔ یہ سارا کام حضرت غوث الاعظمؒ کے ترس کھانے اور سفارش کرنے سے ہوا۔ اللہ بھی راضی ہو گیا اور حضرت یونسؑ نے بھی معاف کر دیا۔

بعض مشایخ نے بتایا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس وعظ پر سے ایک چیل واقعہ زرغن اڑتی ہوئی گزری۔ اس وقت بڑی آندھی چل رہی تھی اور اس چیل نے گزرتے ہوئے زور و ارجح لگائی۔ آپ نے نگاہ اٹھا کر ہوا کو حکم دیا۔ اس چیل کا سر اڑا دو۔ دیکھتے دیکھتے سر جدا اور تن جدا پڑا تھا۔ حضرت کرسی سے اُٹھ کر نیچے آئے اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھا لیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا۔ دیکھتے دیکھتے چیل پھڑپھڑائی اور ہوا میں اڑ گئی۔ یہ سارا واقعہ لوگ دیکھتے رہ گئے۔

ایک دفعہ ایک عورت حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں واقعہ مرغ بریاں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا۔ وہ کہنے لگی: یا حضرت! اس بچے کو آپ سے بڑا انس ہے۔ میں اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر اسے آپ کی تربیت میں دیتی ہوں۔ آپ نے اس بچے کو قبول کرتے ہوئے اسے مجاہدہ و ریاضت اور طریق سلف پر تربیت دینا شروع کی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی ماں اسے ملنے آئی اور اس نے دیکھا کہ جناب غوث پاکؒ ایک بھنا ہوا مرغ کھا رہے ہیں جبکہ اس کا بیٹا نہایت کمزور، نحیف و نزار ایک کونے میں بیٹھا جو کی روٹی کھا رہا تھا۔ اس عورت نے مرغ کی ہڈیاں دیکھتے ہوئے کہا: حضرت! آپ تو مرغ کھاتے ہیں لیکن میرے بیٹے کو نان جویں پر گزر کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ نے یہ بات سُنتے ہی مرغ کی ہڈیوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ زندہ ہو گیا اور بانگ دینے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا: جب تمہارا بیٹا ایسا ہو جائے گا، وہ جو چاہے کھاتا رہے۔

شیخ قدوہ ابوالحسن علی قرشیؒ نے روایت کی ہے کہ ۵۴۵ھ میں شیخ علی بن ہبیتی رحمۃ اللہ علیہ اور میں حضرت

شیخ محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے، ایک تاجر ابو غالب فضل اللہ بن اسمعیل بغدادی آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: حضرت! آپ کے نانا جناب رسالت اب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص دعوت پر بلائے تو اسے رد نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں بھی آپ کو اپنے غریب خانہ پر کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، اگر مجھے اجازت ملی تو میں آؤں گا۔ چنانچہ آپ مراقبہ میں گئے اور دیر تک مراقبہ میں رہنے کے بعد کہنے لگے: میں ضرور آؤں گا۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ شیخ علیؒ نے رکاب تھامی ہوئی تھی۔ میں بھی بائیں رکاب کو پکڑے جا رہا تھا۔ ہم اس تاجر کے گھر پہنچے۔ اس کے گھر بغداد کے بڑے بڑے مشایخ بھی آئے ہوئے تھے علماء کرام اور اعیان مملکت بھی موجود تھے۔ چنانچہ آپ کے سامنے دسترخوان بچا دیا گیا جن رنگا رنگ کے کھانے چُنے ہوئے تھے۔ ایک بہت بڑا برتن دسترخوان کے ایک کونہ میں سر بر مہر رکھ دیا گیا تھا ابو غالب (میزبان) نے کہا اجازت ہے۔ حضرت شیخ سر جھکائے بیٹھے رہے نہ خود کھایا نہ اہل مجلس کو اجازت دی۔ تمام اہل مجلس خاموش بیٹھے رہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ آپ نے میری طرف اشارہ کیا اور علی ہیتؒ کو بھی کہا کہ ہم دونوں جا کر وہ بڑا سا برتن اٹھا لائیں۔ اگرچہ وہ برتن بڑا بھاری تھا لیکن ہم اٹھا لائے اور شیخ کے آگے رکھ کر اس کا ڈھکنا کھولا۔ اس برتن میں ابو غالب (میزبان) کا بیٹا تھا جو مادر زاد اندھا، منفلوج اور مجذوم تھا۔ حضرت شیخؒ نے اسے کہا: اللہ کے حکم سے اُٹھو۔ وہ لڑکا آنکھوں سے ایسے دیکھنے لگا جیسے وہ بینا ہو۔ اور اس میں کوئی بیماری نظر نہیں آتی تھی۔ حاضرین مجلس میں ایک وجد آفریں شور برپا ہوا۔ آپ اسی شور میں باہر آ گئے اور کچھ نہ کھایا۔ میں شیخ ابو سعید قلیوٹی کے پاس آیا اور اسے یہ واقعہ سنایا۔ سُن کر فرمایا: شیخ عبدالقادرؒ اللہ کے حکم سے اندھوں کو بینا، کورھی کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔

مشایخ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ہم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ رافضی تائب ہو گئے کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ چند رافضی دو بہت بڑے ٹوکے اٹھاتے آپ کے پاس آتے۔ ان ٹوکروں کا منہ بند تھا اور ان پر مہر ثبت تھی۔ وہ کہنے لگے: آپ ہمیں بتائیے کہ ان ٹوکروں میں کیا ہے؟ آپ اپنی کرسی سے اٹھے اور ایک ٹوکے پر ہاتھ رکھا اور کہا: اس میں ایک لڑکا ہے۔ آپ نے اپنے لڑکے عبدالرزاقؒ کو حکم دیا کہ ٹوکے کا منہ کھول دیا جائے۔ اس میں سے ایک بچہ نکلا جو مفلوج تھا۔ آپ نے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اٹھو۔ وہ اٹھا اور باہر نکل آیا۔ دوسرے ٹوکے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: اس ٹوکے میں ایک ایسا بچہ ہے جسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ آپ کے حکم سے وہ ٹوکرا بھی کھولا گیا اس میں سے ایک لڑکا برآمد ہوا جو باہر نکلتے ہی چلنے پھرنے لگا۔ آپ نے اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر اسے بٹھالیا اور وہ فالج زدہ ہو گیا۔ ان رافضیوں نے یہ واقعہ سنتے ہی توبہ کر لی مگر اس واقعہ کے تصور اور دہشت سے اسی روز تین آدمی مر گئے۔

ایک دن آپ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک مرد غیب بارگاہِ غوثیت میں مرد غیب ہوا میں اڑتا ہوا بغداد کی فضا سے گزرا۔ اس کے سر پر ایک سفید عمامہ تھا اور کندھوں پر دو جھنڈے نظر آ رہے تھے۔ جو نہی وہ شیخ کی خانقاہ کے نزدیک سے گزرا زمین پر آ رہا اور اس طرح گرا جیسا کہ شکاری عقاب اپنے شکار پر گرتا ہے مگر اٹھ نہ سکا۔ مدہوش سا ہو کر جناب غوث پاکؒ کے پاس بیٹھ گیا اور سلام کیا اور پھر ہوا میں تیرنے لگا۔ لوگوں نے جناب غوث پاکؒ سے سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے بتایا: یہ شخص مردانِ غیب سے ہے مگر بڑی بے نیازی سے بغداد سے گزر رہا تھا۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ ہم پہلے قلم بند کر چکے ہیں۔

بغداد سے نہاوند کا سفر اور واپسی مشایخ نے شیخ ابوالحسن طنطنہ بغدادیؒ سے

روایت بیان کی ہے کہ میں شیخ سیدنا عبدالقادرؒ کے پاس ایک ضروری کام کے لیے قیام پذیر تھا۔ میں رات کو اکثر بیداری اختیار کرتا۔ اگر آپ کے لیے کوئی خدمت ہوتی تو بجالاتا۔ حضرت شیخ ایک رات تنہا گھر سے باہر نکلے میں نے آپ کو وضو کے لیے پانی کا کوزہ دیا۔ آپ اپنے مدرسہ کی طرف چلے گئے۔ مدرسے کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ ہم چلتے گئے حتیٰ کہ بغداد کے بیرونی دروازے پر پہنچ گئے۔ وہ دروازہ بھی کھلا اور ہمارے باہر آنے کے بعد خود بخود بند ہو گیا۔ ایک راہ پر روانہ ہوئے تو تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک شہر نظر آیا جسے میں پہلے نہیں جانتا تھا آپ ایک ایسے مکان کی طرف پہنچے جو ایک سرائے کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ وہاں چھ اشخاص بیٹھے تھے۔ انہوں نے سلام کیا۔ میں بھی ایک خفیہ جگہ کھڑا ہو گیا۔ مجھے ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ میں تھوڑی دیر بٹھرا حتیٰ کہ تھوڑی دیر کے بعد رونے کی آواز رک گئی۔ ایک شخص نکلا اور اس طرف گیا۔ جہاں سے رونے کی آواز آرہی تھی وہ ایک دوسرے آدمی کو اپنی گردن پر بٹھا کر لارہا تھا۔ ایک دوسرا شخص نیچے سر اور لمبے بال وہاں بیٹھا تھا۔ لوگ اسے حضرت غوث الاعظمؒ کے پاس لے آئے اور دو شہادتیں دیں اور اس شخص کے لمبے بال اور مونچھیں کاٹ دیے گئے اور اسے ایک عمدہ لباس پہنایا گیا اور اس کا نام محمد رکھا گیا۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو کہا کہ اس شخص کو اس مردہ آدمی کا نعم البدل قرار دیا گیا ان سب نے کہا: ہم نے اسے قبول کیا۔ شیخ باہر نکلے اور انہیں وہیں چھوڑ دیا۔ میں بھی شیخ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ ہم ابھی کوئی لمبا فاصلہ طے کرنے نہ پاٹے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ہم بغداد کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ دروازہ کھل گیا۔ ہم مدرسہ میں آئے اور مدرسے کا دروازہ بھی کھل گیا۔ پھر گھر میں آئے۔ صبح ہوئی تو میں شیخ کے پاس بیٹھا اور حسبِ عادت کچھ پڑھنے لگا لیکن میں اسے پڑھ نہ سکا کیونکہ میرے دماغ میں ابھی تک رات کے واقعہ کی ہیبت تھی۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! یہ پڑھو تا کہ تمہیں کوئی فکر و غم نہ رہے۔

میں نے پوچھا کہ رات آپ کہاں تشریف لے گئے تھے ؟ اور وہ لوگ کون تھے ؟ آپ نے فرمایا کہ اس شہر کا نام نہاوند ہے۔ جن چھ اشخاص کو تم نے دیکھا تھا وہ ابدال وقت تھے۔ یہ آدمی جسے تم نے دیکھا تھا وہ ساتواں تھا اور وہ فوت ہو گیا اور جس شخص نے دوسرے کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا وہ حضرت ابوالعباس خضر علیہ السلام تھے تاکہ ان کا متولی بن سکیں جس شخص کو میں نے گواہ بنایا تھا وہ قسطنطنیہ کا رہنے والا نصرانی تھا اور مجھے حکم ہوا تھا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد نائب ہو گیا اسے ابدال وقت مقرر کر دیا جائے۔ اسے لایا گیا۔ اس نے اقرار قبول اسلام کیا۔ چنانچہ اب وہ وقت کے ابدالوں میں سے ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے مجھ سے عہد لیا کہ اس واقعہ کا تذکرہ آپ کی زندگی میں کسی سے نہ کروں۔

شیخ عارف ابوالخیر بشیر بن محفوظؒ نے بیان کیا ہے جنات سے لڑکی کی رہائی کہ میں بغداد میں تھا، میری ایک لڑکی فاطمہ نامی چھت پر آئی اور وہاں سے غائب ہو گئی۔ مجھے بڑی پریشانی ہوئی۔ میں نے تلاش بسیار کے بعد حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں واقعہ پیش کیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ کرخ کے ویرانہ میں چلا جانا اور وہاں ایک ٹیلے پر بیٹھ کر اپنے گرد ایک گھیرا کھینچ لینا اور عبد القادرؒ کا تصور کر لینا اور پھر کہنا بسم اللہ۔ رات کی تاریکی میں تمہارے ارد گرد جنات کے لشکر آئیں گے، ان کی مختلف شکلیں ہوں گی، انہیں دیکھ کر ڈرنا نہیں، سحری کے وقت جنات کا بادشاہ تمہارے پاس حاضر ہوگا اور تمہاری حاجت کے متعلق پوچھے گا، اُسے کہنا کہ مجھے شیخ عبد القادرؒ نے بغداد سے بھیجا ہے، تم میری لڑکی کو تلاش کرو۔

میں اس ویرانے میں پہنچ گیا، حضرت شیخ کے بتائے ہوئے تمام طریقوں پر عمل کیا۔ رات کی تاریکی میں ہیبت ناک جنات کے لشکر اس گھیرے سے باہر باہر گزرتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی دہشت ناک صورتیں دیکھی نہ جاتی تھیں۔ سحری کے وقت جنات کا بادشاہ گھوڑے پر

سوار آیا اور اس کے ارد گرد جنوں کا ایک ہجوم تھا، وہ دائرہ کے باہر ہی میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور مجھے پوچھا کہ مجھے کیا کام ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے حضرت غوث پاکؒ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ وہ نام سنتے ہی گھوڑے سے اتر آیا اور زمیں پر بس ہوا۔ جنوں کے تمام لشکر دائرہ کے باہر بیٹھ گئے، میں نے اپنی لڑکی کے گم ہونے کا سارا قصہ سنایا، اس نے تمام جنوں کو مخاطب کر کے کہا: کوئی جانتا ہے کہ اس لڑکی کو کون لے گیا۔ جنات ایک چینی جن کو پکڑ لائے، بادشاہ نے پوچھا: تم اس لڑکی کو کیوں لے گئے تھے؟ اس نے بتایا: جب وہ قطب وقت کے شہر میں رہتی تھی میں اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس چینی جن کی گردن ازادی جائے اور لڑکی کو میرے حوالے کر دیا۔

میں نے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا فرماں بردار آپ جیسا نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگا: خدا کی قسم، جب سید عبدالقادر جیلانیؒ ہماری طرف نگاہ کرتے ہیں تو زیر زمین تمام جنات کانپنے لگتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قطب وقت کا تعین فرماتا ہے تو تمام جن و انس اس کے تابع فرمان کر دیے جاتے ہیں۔

سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کی خدمت میں اصفہان سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کے سر میں سخت درد ہوتا ہے تمام معالج اس کے علاج سے اعترافِ عجز کر چکے ہیں اور ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کام تو ایک جن کا ہے جس کا نام خانس ہے اور وہ سرانڈیپ (سیلون) میں رہتا ہے۔ اب تم گھر جا کر اپنی بیوی کے کان میں کہو: خانس! تمہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بغداد سے کہا ہے کہ پھر یہاں نہ آنا ورنہ مارے جاؤ گے۔ وہ اصفہانی کہتا ہے کہ میں نے حضرت کے بتاتے ہوئے عمل پر کام کیا۔ اس کے بعد آج صبح میری بیوی کو سر درد نہیں ہوا۔

شیخ عمر بن ازہر رحمہ اللہ سے روایت ہے ایک دفعہ
مخلوق کے دل میری مٹھی میں ہیں میں جمعہ کے دن جناب سیدنا عبدالقادرؒ کے

ساتھ جامع مسجد کی طرف آیا۔ میں نے دیکھا کوئی بھی آپ کو سلام نہیں کر رہا۔ میرے دل میں خیال آیا، حیرت ہے کہ ہر جمعہ ہم مسجد کو آتے ہیں تو سلام کہنے والوں کے انبوہ سے گزرنا محال ہوتا ہے مگر آج کوئی شخص نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ ابھی یہ بات پوری نہ ہوئی تھی کہ شیخ مجھے دیکھ کر مسکرا چنانچہ لوگوں نے آپ سے مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ میرے اور شیخ کے درمیان ایک مخلوق حائل ہو گئی۔ میں نے سوچا اس حالت سے تو وہ حالت بہتر تھی۔ آپ نے مجھے مخاطب فرمایا اور کہا، اے عمر! تم ہی تو ان لوگوں کو چاہتے تھے۔ تم جانتے نہیں کہ لوگوں کے دل تو میری مُٹھی میں ہیں۔ اگر چاہوں تو اپنی طرف ملقت کر لیتا ہوں اور اگر چاہوں تو انھیں دور کر دیتا ہوں۔

شیخ بقا ابن بطور رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ

بعد ا میں آتش زنی

ایک شخص ایک نوجوان کو حضرت سیدنا عبدالقادرؒ کی

خدمت میں لایا اور کہنے لگا: آپ اس نوجوان کے لیے دعا فرمائیں۔ خدا کی قسم یہ میرا بیٹا ہے حقیقت میں یہ بات محض جھوٹ تھی حالانکہ یہ دونوں کردار کے لحاظ سے بڑے بدسیرت تھے حضرت شیخ غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ آپ لوگ میرے سامنے جھوٹ بولنے سے بھی نہیں شرماتے۔ معاشرہ کی یہ حالت دیکھ کر آپ بڑے دلگیر ہوئے اور غصے کے عالم میں گھرا گئے۔ ان دو بدکردار آدمیوں کے گھروں میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے حتیٰ کہ یہ شعلے پھیلنے لگے اور شہر کے اکثر حصوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ بغداد پر خدا کے عذاب کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں اور بادل کے ٹکڑوں کی صورت میں آگ برس رہی تھی چنانچہ میں سراسیمگی کی حالت میں حضرت شیخ کے گھر آیا، دیکھا کہ آپ ابھی تک غضبناک ہیں۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور دل چاہتا تھا کہ آپ سے استعفا کروں۔ حضرت! اب مخلوق خدا پر رحم فرمائیے، بہت کچھ ہو گیا۔ میری التجا پر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو آگ سرد ہو گئی۔

شیخ ابوبکر کی حالتِ سلب اس واقعہ کو ذیل مشایخ وقت نے بیان کیا ہے

شیخ ابوسعود حرمی، شیخ علی ابن ادریس لعیقوبی، شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد سہروردی۔ ان بزرگوں کے بیان کے مطابق شیخ عباد اور شیخ ابوبکر بن حمادی صاحب کشف قلوب تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر شیخ ابوبکر کو کہا کرتے تھے: ابابکر! شریعتِ مطہرہ کو آپ سے شکایت ہے۔ اس کے باوجود بھی شیخ ابوبکر بعض منہیات سے باز نہیں آتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت شیخ جامع مسجد رصافہ میں آئے تو وہاں شیخ ابوبکر کو دیکھا تو آپ نے ان کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور کہا: ابوبکر کے احوال کو سلب کر لیا جاتے۔ چنانچہ اس دن کے بعد ابوبکر تمام احوال و معاملات سلوک سے محروم ہو گئے اور وہ عراق کی طرف چلے گئے۔ جونہی وہ بغداد آنے کا ارادہ کرتے تو منہ کے بل گر پڑتے۔ اگر کوئی دوسرا شخص انہیں اٹھا کر بغداد کا رخ کرتا تو وہ بھی منہ کے بل گر پڑتا۔ کچھ عرصہ کے بعد شیخ ابوبکر کی والدہ حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور روتے ہوئے اپنے بیٹے کی ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور بتایا کہ میں جب بھی اس کے پاس جانے کا ارادہ کرتی ہوں، گر پڑتی ہوں۔ آپ نے چند لمحے مراقبہ کے بعد فرمایا: اجاؤ، ہم اسے بغداد آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ تمہارے گھر کے کنویں سے تمہارے ساتھ بات کرے گا۔ چنانچہ مشایخ نے دیکھا۔ ہفتہ میں ایک بار شیخ ابوبکر بغداد میں زیر زمین آتے اور اپنی والدہ سے کنویں سے باتیں کرتے۔ شیخ عدی بن مسافر کو حضرت شیخ کے پاس بطور سفارش بھیجا تو آپ نے معافی کا وعدہ فرمایا۔

میاں مظفر جمال اور شیخ ابوبکر باہمی دوست تھے ایک دفعہ انہیں بارگاہِ رب العزت میں گفتگو کرنے کا موقع ملا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ میاں مظفر جمال نے عرض کی: میرے بھائی شیخ ابوبکر کے سلبِ حال کو درست فرمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سلبِ حال تو میرے ولی خاص جناب شیخ عبدالقادر کے کہنے پر ہوا ہے تم ان کے پاس چلے جاؤ اور انہیں میری طرف سے کہو کہ اب شیخ ابوبکر کو معاف کر دیا جائے اور اپنے جو دِعام سے اسے نوازاجائے۔ میں نے شیخ ابوبکر کو معاف کر دیا ہے۔ آپ بھی

اس سے راضی ہو جائیں۔ اسی اثناء میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: مظفر! میرے نائب کو جا کر کہہ دو کہ عبد القادر! ابوبکر کے حال کو لوٹا دو کیونکہ یہ تمہارا ذاتی غصہ نہیں تھا بلکہ میری شریعت میں کوتاہی کی وجہ سے تھا۔ اب میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت مظفر جمالؒ بڑے مسرور ہو کر شیخ ابوبکر کے پاس گئے کہ انہیں خوشخبری سنائیں۔ آپ کے جانے سے پہلے اس سارے واقعے کو ان کے دل پر کشف کر دیا گیا۔ چنانچہ بغداد و عراق کے درمیان ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ دونوں مل کر بغداد میں حضرت سیدنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: مظفر! تم نے حق دوستی خوب ادا کیا۔ پھر یہ سارا واقعہ آپ نے اپنی زبان سے سُنا دیا مگر ایک چیز جو اس واقعہ سے بھول گئے تھے، یاد دلائی۔ حضرت شیخ نے ابوبکر کو توبہ کرنے کے لیے کہا اور ان چیزوں سے خاص طور پر باز رہنے کی تلقین کی جن کی وجہ سے سلبِ احوال تک نوبت پہنچی تھی، اور اپنے سینہ سے لگا لیا۔ شیخ ابوبکر کے سینہ میں وہ تمام احوال واپس آ گئے جو سلب ہو چکے تھے۔ شیخ مظفر فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوبکر سے پوچھا: تم ان حالات میں اپنی والدہ کے پاس زیرِ زمین کیسے آیا کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں اپنی والدہ کی زیارت کا ارادہ کیا کرتا تھا تو کوئی چیز مجھے زیرِ زمین کھینچ لاتی تھی اور اپنے گھر پہنچ جاتا۔ ایسے ہی زیرِ زمین مجھے واپس کر دیا جاتا رہا۔

ایک بزرگ عباد نامی نے کہا کہ میں جناب غوث الاعظمؒ کی وفات کے بعد عباد کا دعویٰ زندہ رہوں گا اور آپ کی ولایت کا وارث بنوں گا۔ آپ نے سُن کر عباد کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے عباد! یاد رکھو تمہیں تمہارے دامن میں پھینک دیتا ہوں۔ میں اپنے فکر کے گھوڑوں کو تمہاری صفات کے میدان میں دوڑاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنا ہاتھ عباد کے ہاتھ سے ہٹا لیا اور عباد کی ولایت پھینک لی اور ان کے سارے معاملات سلب ہو گئے وہ ایک عرصہ تک اسی حالت میں رہے۔ اسی زمانے میں شیخ جمیل بدوی آپ کی ایک خلوت

خاص میں وارد ہوئے۔ آپ کی نگاہِ قہر نے ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور ان کے بدن سے ایک تابناک روشنی ظاہر ہوئی۔ وہ سنتا ہے، دیکھتا ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ پھر اس کا جسم عالم ملکوت کی طرف اٹھایا گیا جہاں مشایخ کی ایک اور جماعت قیام پذیر تھی وہاں پہنچا دیا گیا۔ ان مشایخ میں سے صرف ایک شخص ہی انہیں پہچانتا تھا۔ پھر ان کے سامنے ایک نرم ہوا کا جھونکا اٹھا جس سے سب کے سب مدہوش ہو گئے۔ مشایخ نے کہا کہ یہ خوشبو شیخ عبدالقادر کے مقام سے آتی محسوس ہوتی ہے۔ ان کے اوصاف کوئی عجوب بیان نہیں کر سکتا اور ان کے علوم کی صفت کسی غائب سے نہیں ہو سکتی۔ کسی شخص نے اسی مجلس میں کہا: اے میرے پروردگار! میں تیری بارگاہ میں اپنے بھائی عباد کے لیے سائل بن کر آیا ہوں اس کے کان میں یہ خبر ڈال دی گئی کہ عباد کی ولایت کوئی بھی واپس نہیں دے سکتا سوائے اس شخصیت کے جس نے اسے پھینا ہے۔

شیخ جمیل جب حالت بشریت میں آئے اور حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: جمیل! تم نے عباد کے بارے میں سوال کیا تھا؛ عرض کی: حضور! میں نے سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا، اسے میرے سامنے لاؤ۔ جب عباد کو آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا: عباد! حاجیوں کے ساتھ برہنہ پا جاؤ۔ آپ کا فرمانا ہی تھا کہ بغداد سے عراق کا ایک شتر سوار کارواں روانہ ہوا، عباد اُن کے ساتھ ہو لیے، اور میدانِ فید میں پہنچ کر ایک درخت دیکھ کر وجد میں آ گئے اور ایک چرخ مار کر سماع کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اپنے آپ سے بے نیاز ہو گئے۔ آپ کے بدن کے مسام کھل گئے جس سے خون جاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُن کے دونوں قدموں تک خون بہنے لگا۔ کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو ان کی حالت بہتر ہونے لگی اور وہ اپنی اصل حالت پر آ گئے۔

اسی اثناء میں جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے جمیل بدوی کو بتایا کہ اس وقت فید کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے عباد کو اس کا مرتبہ لوٹا دیا ہے۔ میں نے اللہ سے قسم کھائی تھی کہ

اس وقت تک عباد کو ولایت نہ لوٹائی جائے جب تک وہ جدائی کے دریا میں غوطہ زن نہ ہو جائے
آج اس نے اس خون میں غوطہ لگایا تو اس کی حالت درست ہوئی۔

بعض مشایخ نے روایت کی ہے کہ جب اس سفر کے دوران عباد فید کے مقام پر
پہنچے تو عربوں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ عباد کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو
پیچھا مارتے۔ چنانچہ آپ نے عربوں سے لڑنے کے لیے پیچھا ماری مگر اس پیچھا سے وہ فوت
ہو گئے۔ حاجیوں کو ان کی موت کا علم ہوا تو انہوں نے عباد کو فید کے مقام پر ہی دفن کر دیا۔
حضرت غوث الاعظمؒ نے اسی دن جمیل بدوی کو عباد کی موت کی خبر دے دی تھی۔

جناب غوث پاکؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر اور عباد دونوں نے میرے حال پر اعتراض
کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی گردنیں مار دیں۔

ایک شیخ کبیر ابوالحسن علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ جناب غوث پاکؒ کے گھر کی طرف تشریف
لائے۔ آپ کے دروازے کے سامنے آپ نے ایک نوجوان کو اٹا لٹکا دیکھا۔ نوجوان سے
علی ہیتیؒ نے گزارش کی کہ وہ جناب غوث پاکؒ کے پاس اس کی سفارش کریں۔ علی ہیتیؒ
نے جناب غوث پاکؒ کی خدمت میں اس کی سفارش کی تو آپؒ نے فرمایا: میں تمہاری
سفارش پر اس نوجوان کو معاف کرتا ہوں۔ شیخ علی ہیتیؒ نے جب اس نوجوان کو معافی کا
بتایا تو وہ دبلیز سے اٹھ کر باہر نکل گیا اور وہاں اڑنے لگا۔ لوگوں نے شیخ علی سے پوچھا کہ
وہ کون تھا؟ آپ نے بتایا: وہ صاحب ولایت نوجوان تھا اور بغداد سے اڑتے ہوئے گزر
رہا تھا، اس کے دل میں آیا کہ اس شہر میں کوئی بھی صاحب نظر آدمی نہیں۔ جناب غوث اعظمؒ
نے اس کے ارادے کو بھانپ کر گرایا اور سلب ولایت کر کے اٹا لٹکا دیا۔ اگر حضرت ہیتیؒ
سفارش نہ کرتے تو زندگی بھر اس کی یہی حالت رہتی۔

بہت سے مشایخ اس واقعہ کے راوی ہیں
شیخ حماد بن اسحاق کا ہاتھ اور عالم برزخ کہ ایک دفعہ سینا عباد تھا اور حبیلانیؒ

جمعرات کے روز فقہاء اور فقراء کی جماعت کے ساتھ شیخ حماد باس کی قبر پر گئے۔ سخت گرمی کے باوجود آپ بڑی دیر تک قبر پر رہے۔ تمام احباب بھی کھڑے رہے۔ جب واپس آئے تو آپ کے چہرے پر مسرت و اطمینان ظاہر ہوتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے اس واقعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اپنی جوانی کا وہ زمانہ یاد آتا ہے جب میں جمعہ کے دن بغداد سے باہر چلا جاتا شیخ حماد باس کے مرید اور احباب بھی میرے ساتھ ہوتے تاکہ نماز جمعہ مسجد رصافہ میں ادا کریں۔ حضرت شیخ حماد بھی ہمارے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہم نہر کے کنارے کنارے جا رہے تھے کہ حضرت شیخ حماد نے مجھے نہر میں پھینک دیا۔ ان دنوں سخت سردی پڑ رہی تھی۔ میں نے کہا: چلو نماز جمعہ کا غسل ہو گیا۔ میں نے صوف کے بھاری بھر کم کپڑے پہن رکھے تھے پانی سے بھگنے کی وجہ سے وہ بڑے بوجھل ہو گئے۔ مجھے شیخ حماد اور ان کے احباب تنہا چھوڑ گئے۔ میں بڑی مشکل سے باہر آیا اور ان کے پیچھے چلنے لگا اس واقعہ سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ سردی نے مجھے بہت تنگ کیا۔ ساتھ ہی تمام دوست میرا مذاق اڑانے لگے۔ حضرت شیخ حماد نے فرمایا: میں آپ کو تنگ کرنا نہیں چاہتا تھا، میں نے تو محض امتحاناً ایسا کیا تھا۔

آج میں حضرت حماد کو قبر میں دیکھا، آپ ایک قیمتی چادر زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ سر پر ایک تاج درخشاں ہے، ہاتھوں میں چاندی کے دستاں پہنے ہوئے ہیں اور اسی طرح پاؤں میں چاندی کے جوتے پہنے ہوئے ہیں۔ بایں شان و شوکت آپ ایک ہاتھ سے عاری ہیں۔ میں نے دریافت کیا، اسے کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ ہاتھ ہے جس میں نے آپ کو نہر میں دھکیلا تھا، کیا آپ میری یہ گستاخی معاف نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لیے سفارش نہیں کرتے۔ میں کھڑا رہا۔ معاف کرنے کے بعد خدا کے حضور التجا کی کہ وہ حضرت حماد باس کے ہاتھ کو ٹھیک فرمادے۔ میں نے نگاہ ڈال کر دیکھا کہ پانچ ہزار اولیاء اللہ اپنی اپنی قبروں میں حضرت حماد کی سفارش کے لیے بارگاہ رب العزت

میں کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو صحت دی۔ حضرت شیخ حمادؒ نے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور خوش خوش نظر آتے تھے۔

یہ واقعہ بغداد کے مشایخ میں مشہور ہوا تو بغداد کے صوفیہ اور مشایخ جو حضرت حمادؒ کے مرید تھے، جمع ہوئے تاکہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے اس واقعہ کی تصدیق کر سکیں۔ ان کے ساتھ ہی بغداد کے فقراء کا ایک مجمع حضرت غوث الاعظمؒ کے مدرسہ کی طرف آیا۔ اب کسی میں یہ جرات نہ تھی کہ آپ سے سوال کرتا۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ ان مشایخ میں سے دو آدمی مقرر کیے جائیں تاکہ وہ اس واقعہ کی تصدیق کریں چنانچہ سب نے حضرت ابی یعقوب یوسف بن ایوب الہمدانیؒ اور شیخ ابی محمد عبدالرحمن بن شعیب الکردیؒ کو مقرر کیا۔ یہ دونوں بزرگ صاحب کشف و کرامت تھے۔ ان مشایخ نے ان کو آمادہ کیا کہ وہ جمعہ تک بغداد میں رہیں اور صحیح صورت حال سے واقف ہو کر ہمیں آگاہ کریں۔ دونوں مراقبہ میں بیٹھ گئے، اچانک شیخ یوسف برہنہ پا حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے مدرسہ کے دروازہ تک دوڑتے آئے اور زور سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حماد دباسؒ کو ابھی ابھی مجھ پر ظاہر کیا ہے اور وہ حکم دیتے ہیں کہ میں شیخ کے مدرسہ میں آکر اعلان کروں کہ جو کچھ انہوں نے سنا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ یہ بات ابھی ختم ہوئی ہی تھی کہ شیخ عبدالرحمن بھی دوڑے دوڑے آئے اور وہی بات کہی جو حضرت شیخ یوسفؒ بیان کر چکے تھے۔ یہ سنتے ہی سارے مشایخ معذرت کرنے کے لیے دوڑے۔

شیخ ابو عبداللہ محمد بن خضر بن حسین موصلیؒ نے بیان کیا ہے کہ میرے والد اکثر حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانیؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔ وہ تیرہ سال تک حضرت شیخؒ کی کرامات کا بغور مطالعہ کرتے رہے۔ ان کرامات سے ایک بات یہ بھی دیکھنے میں آئی کہ مریض تمام اطباء سے لا علاج ہو جاتا اسے حضرتؒ کی خدمت میں لایا جاتا۔ آپ دعا فرماتے اور اپنا دست مبارک اس کے بدن پر پھیر دیتے تو وہ شفا یاب ہو جاتا۔ ایک دفعہ

خلیفہ المستنجد کے عزیزوں میں سے ایک شخص آیا جسے استسقاء کی بیماری تھی۔ اس بیماری سے اس کا پیٹ پھول گیا تھا۔ حضرت شیخ نے اُس کے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ یوں معلوم ہوتا کہ بالکل تندرست ہے۔

جناب ابوالمعالی احمد بن ظفر بن یونس بغدادی حسینیؒ کہتے ہیں کہ میرے بخار کا علاج پندرہ ماہ کے بیٹے کو شدید بخار تھا کسی علاج سے بخار ٹھیک نہ ہوتا تھا۔ میں بڑا غمزدہ اور پریشان تھا۔ حضرت شیخ نے مجھے پاس بلا کر فرمایا، جاؤ اور بچے کے کان میں کہو: اے ام سلمہ! تمہیں شیخ عبدالقادر حکم دیتے ہیں کہ اس بچے کو چھوڑ کر چلی جاؤ اور محلہ کی طرف بھاگ جاؤ۔ کہتے ہیں اس بچے کا بخار اتر گیا مگر محلہ کے موضع پر سخت بخار آنے لگا۔ جناب غوث پاکؒ کی دُعا سے شیخ عارف ابی عبداللہ محمد بن ابی الفتح کو ۸۳ سال تک بخار نہیں آیا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں چھوٹا ہی تھا کہ مجھے بخار یا زکام کی وجہ سے بلغم نے زور کیا۔ میں جناب شیخ عبدالقادرؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا احتراماً میں نے تھوکنے کا کھانا سنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت نے فرمایا، اے محمد! گھبراؤ نہیں اس کے بعد نہ بلغم ہوگی اور نہ کھانسی۔ اس دن سے لے کر آج تک مجھے یہ دونوں چیزیں کبھی نہیں ہوئیں حالانکہ اس واقعہ کو ۸۳ سال گزر گئے ہیں۔

آپ کی خدمت میں ایک آدمی رہتا تھا جسے محمد الطول (یعنی لمبا) کہہ کر پکارتے تھے ایک دن اُس نے عرض کی: یا شیخ! مجھے لمبا کہہ کر پکارا جاتا ہے حالانکہ میں تو پستہ قد ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم لمبی عمر پاؤ گے اور لمبے سفر کیا کرو گے۔ چنانچہ یہ شخص ۱۳ سال زندہ رہا اور اُس نے سیروسیاحت میں عجائباتِ عالم کو دیکھا۔ وہ کوہ قاف پر گیا اور کوہ قاف پر جانے والا سب سے پہلا شخص تھا۔

ایک بار دریائے دجلہ میں طغیانی آئی تو بغداد شہر کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا، لوگ حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے پاس آئے اور امداد کے طالب ہوتے۔ آپ نے اپنا عصا پکڑا

دریا کے کنارے آئے اور پانی کے کنارے پر زور سے ایک ضرب لگائی اور فرمایا یہاں تک ہی۔ کہتے ہیں پانی وہاں ہی رُک گیا اور آگے نہ آسکا۔

کہتے ہیں بغداد میں دو کھجوروں کے درخت تھے، جو خشک کھجوریں سرسبز ہو گئیں ایک عرصہ سے خشک ہو گئے تھے اور انہیں چار سال سے میوہ نہیں لگا تھا۔ آپ نے ایک درخت کے پاس وضو فرمایا اور دوسرے درخت کے پاس نماز ادا کی۔ دونوں ہی سرسبز و شاداب ہو گئے۔ ان پر پھل آنے لگا۔ اس قسم کی حکایات اور کرامات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اگر ان سب واقعات اور کرامات کو نقل کر دیا جائے تو زبانیں بیان کرنے اور قلمیں لکھنے سے عاجز آجائیں۔ اللہ ہوا باری

شیخ معمر ابو المنظر منصور بن

سرکارِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا اخلاق عالیہ مبارک بن فضل واسطی واعظ

بجراۃ نے بیان کیا ہے۔ میری نظروں میں آج تک جناب غوث پاک جیسا با اخلاق اور وسیع الطرف انسان نہیں آیا۔ آپ بڑے کریم النفس اور مشفق دل تھے۔ آپ اپنی بزرگی اور بلند رتبہ ہونے کے باوجود چھوٹوں کے ساتھ لطف و کرم فرمایا کرتے اور بڑوں کا احترام کرتے۔ آپ ہمیشہ سلام کہنے میں پہل کرتے۔ غرباء و مساکین کی تواضع کرتے۔ فقرا کو اپنے دروازے پر کھڑے ہونے سے پہلے کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔ آپ کبھی کسی امیر یا تونگر کے دروازے پر نہ جاتے۔ کسی بادشاہ یا وزیر کی بارگاہ میں قدم نہ رکھتے۔ ایک روز میں آپ کی خدمت میں کھڑا تھا۔ آپ بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ چھت سے مٹی گری۔ آپ نے اس مٹی کو تین بار جھاڑا لیکن چوتھی بار جب پھر مٹی گری تو آپ نے سراٹھایا اور چھت پر ایک نگاہ ڈالی۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چوہا یہ شرارت کر رہی ہے۔ آپ کی نگاہ پڑتے ہی وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آگری۔ آپ نے لکھنا چھوڑ دیا اور رونے لگے۔ میں نے عرض کی: یا حضرت! یہاں رونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے خیال آتا ہے کہ اگر

کسی مسلمان کی طرف سے مجھے ذرہ بھر نقصان پہنچا تو کہیں اس کی حالت بھی اس چومیا کی طرح نہ ہو جائے۔

شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزازؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سرکارِ غوثِ محی الدین جیلانیؒ اپنے مدرسہ میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک چڑیا نے آپ پر بیٹ کر دی۔ آپ نے ایک نگاہ بھر کر دیکھا تو وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آگری۔ وضو سے فارغ ہو کر آپ نے اس کپڑے کو دھو ڈالا جہاں بیٹ پڑی تھی لیکن ساتھ ہی وہ کپڑا اتار کر مجھے دیا کہ میں اسے فروخت کر دوں، اور جو کچھ ملے اُسے غرباء میں تقسیم کر دوں۔

یہ روایت دو مشایخ بیان کرتے ہیں ایک کا اسم گرامی ابو عمرو عثمان الصریفی اور دوسرے ابو محمد عبدالحق حرمی رحمۃ اللہ علیہما ہے۔ ایک دن ہمارے پیر و مرشد جناب سیدنا عبد القادر جیلانیؒ رو رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے پروردگار! میں اپنے رُوح کو تیرے لیے کس طرح بد یہ کر دوں کیونکہ یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ تمام ملک اور اس کی تمام چیزیں تو تیرے لیے ہیں۔ یہ کہہ کر یہ شعر پڑھتے تھے:

وما ينفع الا عراب ان لم يكن تقى

وما ضر ذات تقوى لسان يعجم

حافظ ابو عبد اللہ بن بخاریؒ نے لکھا ہے کہ مجھے ابو عبد اللہ جبائیؒ نے ایک خط لکھا، جس سے میں نے یہ بات نقل کر لی تھی کہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ فرمایا کرتے ہیں کہ میری دلی آرزو ہے کہ میں ابتدائی زندگی کے زمانے کی طرح جنگلات و بیابان میں نکل جاؤں تاکہ نہ مجھے مخلوقِ خدا دیکھے اور نہ میں کسی کو دیکھ سکوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ میرے ہاتھ پر پانچ سو یہودی اور عیسائی اسلحہ لائے اور ایک لاکھ فاسق و فاجر جن میں قزاق، چور اور ڈاکو تھے میرے سامنے تائب ہوئے اور عوام کی اصلاح کے لیے یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔

حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد مکرم سیدنا عبدالقادرؒ نے اس وقت تک حج نہیں کیا جس وقت تک آپ کے احکام ولایت جاری نہیں ہو گئے۔ ایک حج کے موقع پر میں آپ کے اونٹ کی مہار پکڑے جا رہا تھا کہ ایسے مقام پر جس کا نام حلد تھا، ہم نے قیام کیا۔ یہ بستی بغداد کے حدود میں ہی ہے۔ میرے والد مکرم نے حکم کیا کہ جاؤ اور اس بستی میں یہ معلوم کرو کہ سب سے غریب اور مسکین کون شخص ہے؟ چنانچہ میں نے ایک ایسا گھر دیکھا جس کے در و دیوار گر چکے تھے اور ایک بوڑھا اپنی بوڑھی بیوی کے ساتھ ایک کٹے پھٹے خیمہ میں گزراوقات کر رہا تھا۔ چنانچہ میں اور والد صاحب نے ان دونوں کے پاس رات بسر کرنے کی اجازت لی۔ جب اجازت مل گئی تو آپ اپنے تمام مریدوں اور ساتھیوں سمیت اس خراب آباد گھر میں قیام پذیر ہوئے۔ قصبے کے تمام امراء اور مشایخ سُن کر دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے: آپ ہمارے پاس قیام فرمائیں۔ لیکن حضرت نے ان کی اس گزارش کو قبول نہ کیا۔ چنانچہ شہر کے لوگ تمام اونٹ اور بکریاں اور دوسرے تحائف اسی غریب کے گھر لے آئے، وہاں مال و متاع کے ڈھیر لگ گئے۔ دُور دراز سے لوگ حضرت شیخ کی زیارت کو آتے اور ساتھ بہت کچھ لاتے۔ چنانچہ آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو کہا کہ میں ان سارے تحائف سے دست بردار ہوتا ہوں اور میرے ساتھی بھی یہ ساری چیزیں اس محتاج اور غریب میزبان کو بخش دیں گے۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد آپ سب کچھ چھوڑ کر سُحری کے وقت کوچ کر گئے۔ شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ایک سال بعد میں اسی قصبے سے گزرا تو میں نے دیکھا اس مال و دولت میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ گھر مال و مویشیوں سے بھرا پڑا ہے۔

آپ کا یہ طریقہ تھا کہ اپنے مصتے کے نیچے جو کچھ خزانہ غیب سے آتا تھا اُسے ہاتھ نہ لگاتے بلکہ اپنے خادم کو فرمادیتے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق مصتے کے کونے سے نکال لے اور نانباتی، سبزی فروش اور دیگر دکان داروں کا حساب بیاق کر دے۔

خلیفہ وقت خلعتِ فاخرہ بھیجتا تو آپ فرماتے: ابو الفتح چکی والے کو دے دو۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ مہمانوں، درویشوں اور مسافروں کے کھانے کے لیے ابو الفتح کی چکی سے آٹا منگو لیتے۔ جو نہی خلیفہ وقت لباسِ فاخرہ یا کوئی تحفہ بھیجتا اس چکی والے کو دے کر حساب بے باق کر دیا کرتے تھے۔

آپ کے خادمِ خاص شیخ عبداللطیف بن شیخ ابی نجاتؒ کہا کرتے تھے کہ ایک دفعہ بعض لوگوں کا قرضہ آپ کے ذمہ تھا ایک شخص آیا جسے میں پہلے سے نہیں جانتا تھا وہ بغیر اجازت لیے آپ کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا اور کچھ سونا نکالا اور کہنے لگا: یہ آپ کا ہے۔ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ حضرت شیخ نے مجھے فرمایا: یہ مال لے جاؤ اور تمام قرضوں میں تقسیم کر دو۔ آپ نے بتایا کہ یہ شخص صرف قدر تھا۔ میں نے عرض کی: یاسیدی! یہ صرف قدر کون لوگ ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ کے وہ فرشتے ہیں جو ان اولیاء اللہ کی مدد کرتے ہیں جن پر قرضہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی وساطت سے قرضہ بے باق کر دیتا ہے۔

آپ کے احباب میں سے ایک کسان حضرت شیخ کے لیے بڑے اہتمام و خلوص سے گندم بویا کرتا۔ ایک اور دوست جو نان بنائی کا کام کرتا تھا آپ کے لیے بڑی پاکیزگی سے چار پانچ روٹیاں پکایا کرتا اور نہار کے وقت لے کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا آپ یہ روٹیاں لے کر اہل مجلس میں تقسیم فرما دیا کرتے۔ جو کچھ بچ جاتا اپنے لیے رکھ لیتے۔ اسی طرح کوئی بھی چیز آپ کے پاس آتی تو آپ حاضرینِ مجلس میں تقسیم فرما دیا کرتے۔ کسی کے تحفہ کو رد نہ فرماتے، نذرانہ قبول فرماتے اور اس نذرانے سے خود بھی کھاتے۔ شریف ابو عبد اللہ محمد بن خضر حسینی موصلیؒ نے بتایا کہ مجھے میرے والدِ مکرم نے بتایا تھا کہ ایک دن میں نماز جمعہ کے وقت حضرت سیدنا عبدالقادرؒ کے ساتھ جامع مسجد میں موجود تھا کہ ایک تاجر حاضر ہوا اور کہنے لگا، میرے پاس زکوٰۃ کے علاوہ کچھ مال ہے جسے میں مستحق حضرات میں تقسیم کرنے کا

خواہاں ہوں مگر مجھے کوئی بھی مستحق نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا، اسے دے دو۔ جو اس مال کا مستحق ہو اور جو مستحق نہیں ہے اسے بھی دے دو تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان العامات سے نوازے جن کے تم مستحق ہو یا تم مستحق نہیں ہو۔

ایک دفعہ حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شکستہ دل فقیر کو دیکھ کر فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگا: یا حضرت! آج میں وجہ کے اُس پار تھا، ملاج کو کہا کہ مجھے اس کنارے لے چلو، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ میرا دل اس فقر و فاقے سے ٹوٹ گیا ہے! ابھی اس فقیر کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص ہزار دینار کی تحصیل پکڑے حاضر ہوا اور حضرت کی نذر کر دی۔ آپ نے اس شکستہ دل فقیر کو فرمایا کہ یہ تحصیل اٹھا کر اس ملاج کے پاس لے جاؤ اور اسے دے دو اور کہہ دو کہ آئندہ وہ کسی فقیر کو پار لے جانے سے انکار نہ کیا کرے۔ آپ نے اپنا پیرا ہن اتار کر فقیر کو دے دیا اور کہا کہ اسے بازار میں بیس دینار کا بیچ کر وقت گزار لو۔

شیخ ابوالقاسم عمر بزازؒ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ مجھے بھی سیدنا عبدالقادرؒ کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل تھی۔ یہ وقت میرے لیے ایک حسین خواب، پرسکون لمحات اور آرام دہ زمانہ تھا۔ آپ کے بعد مجھے کسی مجلس میں وہ سکون نصیب نہیں ہوا آپ بڑے پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ بڑے عمدہ اوصاف اور بڑے کشادہ ہاتھ تھے۔ آپ کا دسترخوان وسیع تھا۔ آپ مہمانوں کے ساتھ مجلس فرماتے اور طالبانِ علم کی مالی امداد کرتے آپ کے اجاب میں سے ہر ایک کو یہی خیال ہوتا کہ وہی آپ کا محترم ہے۔ آپ دوستوں کی قدر کرتے، دوستوں کی لغزشوں سے درگزر فرماتے۔ دوسروں کی قسم پر اعتبار کرتے۔ اپنے علم کی نمائش نہ فرماتے تھے۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی حیا دار نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عنہ۔

شیخ عمر بزازؒ نے بتایا کہ سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ شعر بڑے سرور سے پڑھا کرتے تھے، یہ

الحمد لله اِنِّى فى حِوَارِفَتِى
حامى الحقیقۃ نفاع وضرار
لا یرفع الطرف الا عند مکرمۃ
من الحیاء و لا یفنى على عار

شیخ ابوالحسن علی القزینی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے آپ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو بتایا کہ آپ ایک نور تھے۔ شکستہ رو، بااخلاق، باجبا، کشادہ پیشانی، رحیم، شفیق، پاک طینت، اہل مجلس کا احترام کرنے والے اور کھلے دل لوگوں سے ملتے تھے۔ غمزہ لوگ آپ کو دیکھتے ہی خوش ہو جاتے۔ میں نے آپ سے بڑھ کر سچی باتیں اور پاکیزہ لفظ کسی کے ہاں نہیں سنی۔

ابوالحسن علی بن اردوم الحمیدی نے بتایا کہ وہ اپنے شیخ الامام، مفتی العراق محی الدین ابی عبد اللہ محمد بن علی بن حامد بغدادی المعروف بہ توحیدی کے تمام مقالات ۳۲۶ میں مجھے اِطلاع کرنا ہوتے تھے۔ آپ نے بتایا کہ حضرت سیدنا عبد القادر بڑے خدا ترس اور نرم دل تھے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے لیکن اس کے باوجود بڑے صاحب جلال و احتشام تھے۔ بڑے مجیب الدعوات اور کریم الاخلاق تھے۔ آپ یہودہ لوگوں سے ہمیشہ دور رہتے مگر حق پسند لوگوں کے بڑے ہی قریب ہوتے۔ جب کسی کے جرم ظاہر ہو جاتے تو معاف کر دیا کرتے اور متخیر طبع نہ ہوتے۔ کسی سائل کو رد نہ کرتے۔ اگر آپ کے پاس دو کپڑے ہوتے تو ایک غیبوں کو بخش دیا کرتے۔ توفیق الہی آپ کے لیے وقف تھی۔ تائید ایزدی ہر وقت آپ کے ساتھ ہوتی۔ آپ کا علم مہذب تھا اور آپ کا قرب مؤدب ہوتا۔ خطاب آپ کا مشیر تھا اور لحظہ سفیر ہوتا۔ صدق ہی آپ کی غذا تھی اور فتح آپ کی پونجی۔ حلم آپ کی عادتِ ثانیہ تھی اور ذکرِ خداوندی آپ کا معمول تھا۔ غور و فکر آپ کا لباس اور مکاشفہ آپ کی غذا تھی۔ مشاہد حق آپ کی شفاءِ شریعت کا احترام آپ کی ظاہریت اور حقیقت کے اوصاف آپ کے اسرار و رموز ہوتے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

جناب غوث الثقلینؒ کے اجاب بغدادی المعروف بہ ابن الحمادی نے بتایا

شیخ صالح ابوالحسن علی بن محمد بن احمد

کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میرا خاتمہ کلام الہی اور آپ کی سنت پر ہو۔ فرمایا: تم خدا اور رسولؐ کے احکام و سنت پر مرو گے اور تمہارے راہنما حضرت سید عبدالقادر گیلانیؒ ہوں گے۔ میں نے آپ سے یہی سوال تین بار دہرایا۔ آپ نے ہر بار مجھے یہی جواب دیا۔

مشایخ کی ایک کثیر جماعت نے بیان کیا ہے کہ سیدنا غوث الاعظمؒ اپنے مریدوں کے خاص ہوں گے۔ آپ کا کوئی مرید اُس وقت تک اس دنیا سے انتقال نہیں کرے گا، جب تک اس کی توبہ قبول نہ ہو جائے گی۔ شیخ اصیل ابنی محمد عبداللطیف بن شیخ ابی النجیب عبدالقادر بن عبداللہ سُہروردیؒ الفقیہ القنونی بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کو ہر رات ایک صدا آیا کرتی تھی جیسے کہ شہد کی مکھی کے مہنہ بنانے کی ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں حضرت شیخ حمادؒ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کی: یا حضرت! آپ شیخ حمادؒ سے اس آواز کے متعلق دریافت کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت حماد دباسؒ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے بارہ ہزار مرید ہیں میں اُن کے نام لے کر بڑی سرعت سے پکارتا ہوں اور ہر ایک سے پوچھتا ہوں کہ اُن کی کوئی حاجت یا ضرورت ہوتا کہ میں اسے بارگاہِ الہی سے منظور کراؤں۔ میرا کوئی مرید اس وقت تک واصلِ بحق نہیں ہوتا جب تک اس کی توبہ قبول نہیں ہو جاتی یا ایک ماہ کے اندر اندر اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت ان مریدوں پر ہوتی ہے جو شیخ حمادؒ کی بیعت میں ہوتے ہیں۔ یہ بات سُن کر حضرت سیدنا عبدالقادرؒ نے شیخ حمادؒ کو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہ رتبہ دے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد لے لوں کہ قیامت تک میرا کوئی مرید اُس وقت تک نہ مرے گا

جب تک اس کی توبہ قبول نہیں کر لی جاتی۔ میں اس عہد کی ضمانت ہوں گا۔

شیخ ابوالقاسم عمر بزاز نے بیان کیا ہے کہ حضرت سیدنا عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کو فرمایا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کا ذکر زبان پر لاتے لیکن اسے نہ تو آپ سے بیعت نصیب ہوتی ہو نہ خرقہ خلافت ملا ہو، کیا وہ بھی اس زمرہ میں آئے گا؟ آپ نے فرمایا، جو شخص صرف میرے نام سے نسبت رکھے گا یا دل میں حسنِ اعتقاد رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا اگرچہ وہ مجھ سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ مجھے خدا کی قسم ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میرے دوستوں، محبت کرنے والوں، نام پکارنے والوں اور حسنِ اعتقاد رکھنے والوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ آپ نے مزید فرمایا، اگر میرے کسی نام لیوا کا عیب یا گناہ دیا یا مغرب میں ظاہر ہوگا اور میں مشرق میں ہوں گا تب بھی میں اس کی حفاظت کا ضامن ہوں گا اور اس کی عیب پوشی کروں گا۔ مجھے حدنگاہ تک وسیع نامہ اعمال دیا گیا ہے جس پر میرے مریدوں کے نام لکھے ہوئے ہیں اور قیامت تک آنے والے اجاب کے نام بھی درج ہیں اور مجھے بشارت دی گئی ہے کہ ان تمام لوگوں کو میری نسبت سے بخش لیا گیا ہے۔ میں نے مالک (دوزخ کے داروغہ) سے پوچھا، کیا تمہارے پاس میرے اجاب میں سے کوئی شخص ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ مجھے اپنے پروردگار کی قسم کہ میرا ماتو اپنے مرید پر ہے اور میں اپنے مرید پر اس طرح چھایا ہوا ہوں جس طرح زمین پر آسمان کا سایہ ہے۔ مجھے اپنے اللہ کے جلال و عزت کی قسم ہے میرا قدم اس وقت تک جنت کو نہیں اٹھے گا جب تک میں اپنے سارے مریدوں کو جنت میں داخل نہ کر لوں۔

یہ روایت بہت سی کتابوں میں درج ہے کہ حضرت ایک مرید کا حیرت انگیز واقعہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا ایک مرید ایک رات میں ستر بار محکم ہوا۔ اس کے احلام کے دوران ہر بار ایک نئی عورت ہوتی۔ بعض عورتوں کو تو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا مگر بعض عورتیں پہلے سے ناشناسا تھیں۔ علی الصبح،

حیرت زدہ ہو کر بیدار ہوا۔ غسل کرنے کے بعد حضرت شیخؒ کی خدمت میں پہنچا تا کہ رات کے واقعہ پر اظہارِ تشویش کر سکے مگر شیخؒ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا: رات کے واقعہ کو اس قدر بھیاں نہک اور مکروہ خیال نہ کرو، میں نے رات لوحِ محفوظ پر نگاہ ڈالی تو تمہارے نام کے ساتھ فلاں فلاں عورت سے زنا کرنا مقدر تھا۔ حضرتؒ نے اس موقع پر اکثر عورتوں کے نام اور حلیے تک بتا دیے۔ میں نے بارگاہِ الہی میں التجا کی کہ وہ تیری تقدیر کو بدل دے اور ان معائب سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ ان سارے واقعات کو اختلام کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا۔

شیخ صالح ابو محمد داؤد بن علی بن احمد بغدادیؒ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے سامنے بعض لوگوں کے واقعات پیش کیے جا رہے ہیں اور آپ ان لوگوں کے یہ واقعات بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے جاتے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی شیخ معروفؒ فرمانے لگے: داؤد! تم بھی اپنا واقعہ بیان کرو تا کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کر دوں۔ میں نے گزارش کی کہ مجھے جناب غوث الاعظم محی الدین جیلانیؒ نے معزول کر دیا ہے۔ فرمانے لگے: نہیں، تم معزول نہیں ہوئے اور نہ ہی تمہیں معزول کیا جائیگا۔ میں اٹھا سحری کے وقت حضرت شیخ سیدنا عبدالقادرؒ کے مدرسے کی طرف آیا اور دروازے پر بیٹھ گیا تا کہ آپ کو اطلاع دوں۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اندر سے حضرت غوث اعظمؒ نے مجھے آواز دی کہ تمہیں معزول نہیں کیا گیا اور نہ ہی معزول کیا جاتے گا۔ تم اپنا واقعہ سناؤ تا کہ جناب الہی میں پیش کروں۔ مجھے خدا کی قسم ہے کہ آج تک میں نے اپنے احباب و اصحاب میں سے جس کا واقعہ بھی پیش کیا ہے خداوند تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا۔ امام حافظ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابن شیخ الاسلام شیخ عبدالقادر جیلیؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت والد محترم نے ایک رات میری والدہ کو حکم دیا کہ اٹھ کر تھوڑے سے چاول پکالیں۔ وہ اٹھیں، چاول پکاتے، ایک پلیٹ میں ڈالے اور لے کر سامنے آئیں۔ یہ آدمی رات کا وقت تھا۔ مکان کی دیوار کھلی، ایک آدمی اندر داخل ہوا اور چاول کھانے لگا۔

کھا کر اٹھا اور جانے ہی والا تھا کہ آپ نے مجھے فرمایا: اس شیخ سے کوئی سوال کرو اور اپنے لیے دُعا کراؤ۔ چنانچہ میں نے دیوار کے پاس جا کر اس سے طلب دعا کی۔ وہ کہنے لگا، مجھے یہ سب کچھ آپ کے والد کی دُعا اور خرقہ کی برکت سے ملا ہے۔ صبح ہوئی تو اس واقعہ کا تذکرہ میں نے شیخ علی ہیتّیؒ سے کیا تو کہنے لگے: آج تک میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس پر آپ کے والد مکرم (غوث الاعظم) کی نگاہِ کرم ہو اور اسے خرقہ ملا ہو تو برکاتِ عالیہ کا اس پر ہجوم نہ ہو گیا ہو۔ میں ایسے ستر حضرات کو جانتا ہوں جو جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا خرقہ صبح و شام اٹھایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی خدمت کے صلہ میں بلند مراتب پر سرفراز فرما دیا۔ ان کے لیے یہ برکت بھی بلند مراتب کا ذریعہ تھی کہ آپ کا دستِ شفقت ان کے سر پر پڑتا۔ میں تو ہر روز ان برکات میں زیادتی ہوتے دیکھتا رہتا ہوں۔ مجھے تو یہ برکات آپ کے والد محترم کے چہرہ کی زیارت سے ہی حاصل ہو جاتی ہیں۔

شیخ قدوہ علی بن ہیتّیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظمؒ کے مرید جیسا خوش نجات کسی شیخ کا مرید نہیں ہے۔ شیخ علی ہیتّیؒ نے مزید بتایا کہ ایک دن میں نے شیخ قدوہ ابوسعید قیلویؒ کو کہتے سنا کہ حضرت غوث پاکؒ اس وقت تک ایوانِ خداوندی سے واپس نہ آتے تھے جب تک اللہ سے یہ عہد نہ لے لیتے تھے کہ جس شخص نے میرے دامن کو پکڑا ہو اس کی نجات کی ضمانت دی جائے۔ آپ نے شیخ بقاد بن بطونؒ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت غوث الاعظمؒ کے غلاموں کو اعزاز و اکرام کے بلند مراتب پر دیکھا ہے۔

حضرت شیخ عدی بن مسافرؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت غوث پاکؒ کے ہوتے ہوئے اگر کوئی مجھے یہ کتا کہ خرقہ خلافت دوں تو میں اسے کھا کر تاتھا کہ آپ دریا چھوڑ کر معمولی سی نہر سے پانی لینے کی کوشش کر رہے ہو۔

عراق کے مشایخ کی ایک جماعت نے بتایا کہ ہم بغداد میں شیخ قدوہ ابی محمد وائل ابن ادیس یعقوبیؒ کے پاس تھے۔ اسی مجلس میں شیخ صالح ابو حفص عمر بریدہ رحمۃ اللہ علیہ بھی

بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: شیخ علی ارات والی خواب تو بیان کرو۔ انہوں نے بتایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے، پیغمبرانِ خدا اپنے تمام اُمتیوں سمیت تشریف فرما ہیں، انبیاءِ کرامؑ اپنی اپنی اُمت کی قیادت کر رہے ہیں، جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے ساتھ تشریف لاتے تو آپ کی اُمت میں مشایخِ کرام کا ایک موجیں مارتا ہوا سمندر دکھائی دیتا تھا۔ ہر شیخ کے ارد گرد اُس کے مریدوں کا مجمع تھا لیکن دیکھتے دیکھتے ایک ایسے شیخ نظر آئے جن کے ارد گرد لاکھوں مریدوں کا مجمع تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ سید شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور اُن کے مرید ہیں۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے: ہ

لی من کل طویلة فحل لا یقاوم ولی فی کل ارض خیل لا یسابق

ولی فی کل حبش سلطان لا یخالف ولی فی کل منصب خلیفة لا یعزل

ہر ایک گوشہ میں میرے ایسے لشکر ہیں جن کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ ہر سر زمین میں میرا ایک لشکر ہے کہ اس سے سبقت نہیں لی جاسکتی۔ میرے ہر ایک لشکر میں ایک بادشاہ ہے جس کی مخالفت کرنا محال ہے۔ ہر منصب پر میرا ایک خلیفہ (نائب) ہے جسے معزول نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ ابی محمد عبدالجبار بن شیخ الاسلام محی الدین
شمع کا نور اور اُس کی حقیقت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

میری والد، ماجدہ جب اندھیرے میں جایا کرتیں تو سامنے ایک چراغ جلتا نظر آتا آپ اسی چراغ سے روشنی حاصل کر لیا کرتیں۔ ایک رات حضرت غوث الاعظمؒ نے اس چراغ کو نگاہِ غضب سے دیکھا تو وہ گُل ہو گیا۔ آپ نے میری والدہ کو بتایا کہ یہ روشنی تو شیطان کی روشنی تھی جو تمہاری خدمت کر رہا تھا، میں نے اُسے بجکا دیا ہے اور اب تمہارے لیے نورِ خداوندی مہیا کر دیا گیا ہے۔ میرے ساتھ جس کسی کو ادنیٰ سی نسبت

بھی ہے۔ میں اس کے لیے ایسا ہی کرتا ہوں اور میری مہربانیاں ہر اس کے ساتھ ہوتی ہیں جو کچھ نسبت رکھتے ہیں۔

شیخ عبدالجبارؒ (حضرت غوث پاکؒ کے بیٹے) نے بتایا کہ میری والدہ گھر کے اندر آئیں تو انہیں ایک کونے میں نور چمکتا دکھائی دیتا، یہ نور چاند کی چاندنی کی طرح ہوتا۔ ایسے ہی ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص بغداد سے آیا اس نے بتایا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور میں نے اسے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہے۔ اس نے کہا کہ تم ابھی حضرت شیخ سید عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور ان سے دُعا کراؤ۔ جب وہ شخص حضرت کی خدمت میں گیا تو آپ نے پوچھا: کیا زندگی میں تمہارے والد کبھی میرے مدرسہ کے دروازے کے سامنے سے گزرے ہیں؟ میں نے بتایا: ہاں حضور۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ وہی شخص دوسرے روز آیا تو بتانے لگا کہ آج رات میں نے خواب میں پھر اپنے والد کو دیکھا ہے وہ بڑا خوش و خرم نظر آیا۔ اس پر ایک سبز چادر ہے اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام سزاؤں سے نجات دی ہے۔ یہ سارا انعام حضرت غوث الاعظمؒ کی شفقت سے ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! اس مرد خدا کی غلامی کو سعادت خیال کرو۔ ایک اور روایت میں یوں بیان کیا گیا کہ قبر میں ایک میت کے متعلق جب گفتگو ہوئی تو آپ نے پوچھا: کیا اس نے زندگی میں میرا خرقہ پہنا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دریافت کیا: کبھی اس نے میرے پیچھے نماز ادا کی تھی؟ لوگوں نے بتایا: وہ تو اس معاملہ میں بھی خطا کار ہی تھا۔ آپ نے سُن کر گردن جھکالی۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھاتے ہوئے فرمایا: فرشتوں نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے زندگی میں ایک بار آپ کی زیارت کی ہے اور دل میں حُسنِ اعتقاد رکھتا تھا اس لیے آپ کی توجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کر دیا ہے۔ لوگ پھر اس کی قبر پر گئے۔ پھر اس قبر سے کوئی آواز سُنائی نہ دی۔

حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا: حسین حلاج سے ایک لغزش ہوئی تھی۔ ان کے زمانہ میں کوئی مردِ کامل نہ تھا کہ اس کی دستگیری کرتا۔ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو یقیناً ان کا ہاتھ پکڑتا۔ میرے مریدوں میں سے جب کسی کا پاؤں پھسلتا ہے تو قیامت تک اس کی دستگیری کرتا ہوں اور سہارا دیتا ہوں۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
حل مشکلات و حاجات کے لیے نوافل فرمایا: جب اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرو اس وقت تم میرے متعلق بارگاہِ ایزدی میں سوال کیا کرو۔ جو کوئی شخص مصائب اور مشکلات میں مجھے پکارتا ہے اس کی مصیبت اور مشکل فوراً دور کر دی جاتی ہے۔ جو شخص مجھے وسیلہ بنا کر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ میرے وسیلے سے اس کی مشکل حل کر دیتا ہے اور جو شخص مندرجہ ذیل طریقہ پر دو نفل ادا کرے گا اس کی حاجت پوری ہوگی۔ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھے اور اس کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھے اور پھر گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف چل کر میرا نام پکارے اور اپنی حاجت بیان کرے۔ مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین ہے کہ وہ سائل کی حاجت پوری کرے گا۔ لہ

جس طرح سرکارِ غوثیت مآب سیدنا عبدالقادر
 جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور
 کے کلمات طیبات پر ایک نظر کرامات و خوارقِ حد و شمار سے باہر ہیں ویسے ہی
 آپ کے کلام مبارک کے نفائس و کمالات کو احاطہ تحریر میں لانا محال ہے۔ آپ کی

لہ اس طریقہ استعانت کو صالحین امت نے اپنی حاجات کے حل کے لیے استعمال کیا ہے اور وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ علامہ علی قاری المکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاتر میں بھی اس طریقہ استعانت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دیگر مشاہیر اور صوفیہ کی کتابوں میں اس استعانت کے فوائد و اثرات سے ملنے ہیں اور بزرگانِ دین نے اس طریقہ استعانت سے اپنے مسائل کو حل کرایا ہے۔ دمر جم۔

عبادات کی تشریح اور اشارات کا ادراک ناممکن ہے۔ ہم اس ضمن میں تفصیلی بیان کو یا
ترجہ کو خلاف ادب خیال کرتے ہیں بایں ہمہ ہم ظاہری معانی کے ادراک پر اکتفا کرتے ہوئے
ان کلمات طیبات میں سے اختصار کے ساتھ عربی میں ہی تحریر کرتے ہیں:

اعلم ولاك الله بجميل حمايته وصانك بحميد رعايته ان قدم الصدق
اذا طلبت وجدت ويد الشوق اذا جذبت ملكت وجنود الحب اذا اسررت
قلبت وصفات الحر اذا فنت بقيت وعروس الوصل اذا ثبتت نبئت و
اصول القرب اذا اسرست بذخت ورياض القدس اذا ظهرت بهرت و
سرايح الانس اذا اهبت بسطت وعيون الالباب اذا شهدت دهشت و
قلوب الاحباب اذا اسرقت عشقت واسماع الارواح اذا قربت سمعت
وابصار الاسرار اذا حضرت نظرت والسن القدم اذا امرت نطقت
فلله درعبادنا واهم مولا هم في سابق القدم بلسان الكرم ودعاهم
بمنادى الفضل الى نادى الوصل فبدا لهم من معانى الحب بادی وحدى
بهم في جناب القرب حادى وشاهد وامجد الجمال من مطالع الانزال
وعاينوا عز الكمال في طوابع الجلال وسبت بصائرهم الى مطالعة عوالم
الغيب ومعالم التوحيد وسرت سرائرهم في مشاهد القدس ومعارج
التقويد وجلست اسرارهم على بساط البسط وارتاحت اسرارهم
برياحين الخطاب فان صمت صامتهم فلهود حق اليقين وان نطق
ناطقهم فلورود امر اليقين وان خبا من نفس مریدهم خوف افامنوا
مكر الله وباشرق قلبه نرجو ويحذر كم الله ناجاها مخاطب الاحاف
اننى معكم اسمع وامرى ونطقت شواهد السعادة قائله بشركم
اليوم قد ان سفير الجود دامنا بنعمة ربك فحدث وان اخرج لمرادهم

موسوما يتوفى به استخلصه لنفسي من ديوان مختص برحمته من
 يشاء جذبتة يد اصفينا من عبادنا الى حضرة سلام قولا من رب الرحيم
 وقدم الى مجلس وسقا هم ربهم واستقبله وجه فخذ آتيتك مد باغ
 بسط اشرح لي صدى فتهتف به مجيب بنى عبادي فاجر لسان صدق ما
 قلت لهم الا ما امرتني به وثبت قطبهم على طريق من يطعم الرسول واستقام
 على سبيل ما اتاكم الرسول واستمسك بعروة ان كنتم تحبون الله اتصل
 بنسب من تبعني فانه منى وسقا عرق حاله صاحب قاب قوسين ومد
 بفيض من بحر ما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى وان قرأت مكتوب
 سعد هم فيحبهم ويحبون وان نظرت منشور محبهم فرضى الله عنهم
 وان سئلت عن مقامهم فعند مليك مقتدر وان جدوت وصفهم فادلثك
 اعظم درجة وان كبر ما ظهر منهم فما تخفى صدورهم اكبر وان علمت نفس
 ما احضرت لهم العناية فلا تعلم نفس ما اخفى لهم فكيف وقد ورون الله سبحانه وحى الى نبي من انبياء ابني
 اسرائيل ان لي عبادا يحبوني واحبهم ويشتاقون الى واشتاق اليهم ويذكروني
 واذكروهم وينظرون الى وانظر اليهم قال رب ما علامتهم قال يحبوني الى غروب
 الشمس كما يحن الطيور الى ادكارها فاذا اجنهم الليل واختلطت الظلام
 وفرشت الفروش ونصبت الاسرة وخلا كل حبيب الى حبيبه نصبوا الى
 اقدامهم وافتروا الى وجوههم وناجوني بكلامي فبين صارخ وبك وسبين
 متاوه وشاك بين قايم وقاعد بين راكم وساجد بيعني ما يحملون من اجلى و
 بسمعى ما يشكون من حصى اول ما اعطيت ان اوقد في قلوبهم من نوري يخبرون
 عنى كما اخبر عنهم والثاني لو كانت السموات والارضون في ميزان احد هم
 لا تقلتها والثالث ان اقبل بوجهي الكريم اليهم افترى من اقبلت لوجهي الكريم

عليه ما اريد ان عطيه فعليك يا اخي باتباعهم تعلق تكون من اتباعهم وسلم
لهم ماترى وتسمع ماتنزل من السعادة ومنزلاً ارفع نسال الله ان يكحل
ابصار بصائرنا بنور هدايته ويسد قواعد عقايدنا بحسن رعايته وقال بوقت
بارقة من جناب الانزل في سماء قلوب العارفين هبت نسيم من رياض الديمومة
على مشام ارواح المكاشفين تنوعت ارايح نزهة القدس على نزهة الاسرار
الشاهدين سافرت تلك العقول في بحر بسم الله لتصل غاياتها الى ساحة ساحل
جناب الرحمن الرحيم فرجع غنيته بجواهر فرايد الهويته فائزته بتخف الخزان
الانزلية ظافرة بنيل سؤل موسى ليلة ارا في ناظرة على طور طلبها الى نور سجات
التجلى معاشر العارفين الموت في حوب حبه كل الحيات والحيات مع غيره
ولولحظة حقيقة الموت ان اعنى عين عقلك عن نظر غيره في الدنيا جعل جزاءها
في الاخرة وجوه يومئذ ان قتلك بسيف حبه العاجل جعل ديتك في الأجل احياء
عند ربهم يرزقون طافت سقااة القدم على ارواح بعض بنى آدم بكوس شراب
الست في مجلس خلوة واذا خذرتك اسكرهم الساقى لا الشراب سكنت تلك
النشوات في ذريات الذوات حتى انفلت صبح شرع احمد صلى الله عليه وسلم
من مشرق سماء رسالته وجاءته من جناب الانزل لطائف اسرار الغيب فبينه
سكارى العشق وايقظ نواهم العقل ليدكرها عندها معه في خلوة الست فطارت
اليه بجناح وعجلت اليك كاشف الارواح بقوله هو الله سكن القلوب بقوله الذى
لا اله الا هو خوف الاسرار بقوله عالم الغيب والشهادة لطف العقول بقوله الرحمن
الرحيم والهوية بحر يفرق فيه سابع كل عقل دينكر في طلب علمه سفينته كل
فقرو قال ايضاً رضى الله عنه كان موسى صلى الله على نبيتنا وعليه وسلم
ملحوظاً من جناب القدم باعين الكرم بوقت له من صخور الطور بارقة وقريناه

نجيا ومدت اليه يد اللطاف الرحمانية من خزان المواهب الربانية كاس
 استيناس ونادينا من جانب الطود وقرعت مسامع حبه من محيا عز سلطان
 الازل لذة اني انا الله فشرب من يد ساقى انا اخترتك على بساط اصطفتك لنفسي
 بسلاف سراح الارتياح الى ملاطفة وماتلك بيمينك وطافت على سقاط ندما اهدى
 بشراب الاصطفاء للكلام في كؤوس حروف يا مولاي ونودي من شجرة عقله اني اسأ
 ربك واتاه الخطاب من قبل الاحباب اخلم نعليك ونهته جادة الغيرة في حال
 الحيرة على شرف مقام اتك بالوادي المقدس طوى فلما توالى عليه شرب مدام
 الكلام بيد سقا الكرام واستمر له انتقام نسيم انس فاستمع لما يوحى ودام له
 انس وصل مستام فاعيد في فتسبرقت نسيمات واوتيت سؤلك غلب طلب سكرة من
 شربه بكاس قربه على قلبه واستولى سلطان حبه على مدينة لبته وغرقت في لجة
 بحر وجده وانمحت رسوم هنز له بكتاب جده وكاد يخرج من حده لولا مساعدة
 جده وخلص جباب صغره لغليات موارد سكرة وسرت حميا الكأس في ذلك الرأس
 وتحكمت الاشواق من تلك الاحداق وقام راهب روحه في صومعة اتباحه الى
 الحضور على الطور ليلة النور فوضع قدم تقدمه على قمة طور نهايات اطوار الطالبين
 وصاول شرفا لم يدركه قبله احد من المرسلين فقال وقد فني رب ارني انظر اليك
 فقيل له اميها الكريم والمخصوص بالتكليم انت مكلف باطوارك مقيد باوطارك
 فارة تقول رب اني لا املك الانفسي وتارة تقول رب اني ظلمت نفسي وتارة تقول
 رب الشرح لي صدرى وهذا مذهب من ضاقت به الحيل في مناجاة محبوبه
 وجال كل مجال في نيل مطلوبه يا ابن عمران يا ايها القلق العشوان ان السكر
 لا يداوى خسارة الا بالاشياء المورة ولا امرؤ من منع لن ترا في فرجهم رجوع الاليس و
 والضروف الضروف البائس واضطربت في قلبه نيران الدوبان وانتهبه ايدي

الهيمان فلما هبت عليه نسيم ولكن انظر احيى قتيل اشواقه ولعشره فان اتواقه
 الى آخر الكلام وقال رضى الله عنه في الحجاج طاروا احد من العارفين الى افسق
 الدعوى باجنحة انا الحق راى الروضة الابدية خاليتها من الحسنيين والانيس
 صفر بغير لغته تعريضا لحنفه ظهر عليه عقاب الملك من مكن ان الله غنى عن
 العالمين انشأ في امابه مغلب كل نفس ذائقة الموت قال له شرع سليمان
 الزمان لم تكلمت بغير لغتك لم ترنت بغير معهود من مثلك ادخل الآن في قفص
 وجودك ارجع من طريق عزة القدم الى مضيق ذلة الحديث قل بلسان اعترافك
 لسمعك ارباب الدعوى حسب الواحد افراد الواحد مناظر الطريق اقامة وظائف
 خدمة الشرع وقال فيه ايضا رضى الله عنه طار طارودج بعض العارفين من وكر
 شجرة صورته وعلا الى السماء غارقا صفوف الملائكة كان بازيا من بزاة الملك مخيط
 العين بخيط وخلق الانسان ضعيفا فلم يجد في السماء ما يجادل من الصبي فلما
 اراد تحيره في قول مطلوبه فاين ما تولوا فخر وجه الله عارها بطا الى حضرة
 خطاة الارض فلم يجد في الدارين مطلوبا سوى محبوبه فطرب فقال بلسان سكر قلبه انا
 الحق توتم بلحن غير معهود من البشر صفر في روضة الوجود صغيرا لا يليق بنى
 آدم لحن بصوته لحن اعرضه لحنفه نودي في ستره يا حلاج اعتقدت ان قوتك بك
 قل الآن نيابة عن جميع العارفين حسب الواحد افراد الواحد قل يا محمد انت ملط
 الحقيقة انت لسان عين الوجود على عتبة باب معرفتك تخضع اعناق العارفين في حما
 يوضع جباه الخلائق اجمعين وقيل له رضى الله عنه ابليس يقول انا فطرد والحلاج
 يقول انا فقرب فقال رضى الله عنه الحلاج قصد الغناء يقول انا لىبقى هو
 بلا هوفا وصل الى مجالس الوصال ثم خلعه البقاء وابليس قصد البقاء بقوله
 انا فنيت ولايته وسلبت نعمته وحبطت درجته وسئل رضى الله عنه عن

المشاهدة فقال هي العسى عن الكونين بعين الفؤاد ومطالعة الحق بعين المعرفة
 على غير توهم استدراك ولا طمع في تصور ولا تكليف وإطلاع القلوب بصفاء
 اليقين على ما أخبر الحق تعالى به عن الغيوب وسئل رضى الله عنه معنى القرب
 فقال هو طي المسافات بلطف الهداياه وسئل رضى الله عنه عن الشكر فقال هو
 غلبان القلوب عند معارضات وكوالمحسوب والخوف اضطراب القلوب متى
 علمت من سطوة المحبوب واليقين تحقيق الاسرار باحكام المنغيبات والوصل
 الاتصال بالمحبوب والا نقطاع عمن سواه والانبساط سقوط الاحتشام عند
 السؤال والغيبة في الذكران تري نفسك حال الذكر فاذا انت غائب
 عنه والغيبة حرامٌ واسئل رضى الله عنه عن الصبر فقال هو الوقوف
 مع البلاء بحسن الادب والشبات مع الله تعالى وتلقى مواعظته بالترحم
 والسعة على احكام الكتاب والسنة وينقسم اقساماً صبرٌ لله وهو الشبات
 على اداء امره والانتهاى عن نهيه وصبرٌ مع الله تعالى وهو السكون تحت جريان
 قضائه وصبرٌ على الله وهو الزكون الى وعده في كل شئ والمسير من الدنيا
 الى الآخرة والصبر مع الله اشد والفقر الصابر افضل من الغنى الشاكر و
 الفقير الشاكر افضل منهما واسئل رضى الله عنه عن الخوف وقال الخوف
 على انواع فالخوف للمذنبين والرهبة للعارفين فخوف المذنبين من العقوبات
 وخوف العابدين من فوق العبادات وخوف العالمين من الشرك الخفى في
 الطاعات وخوف المحبين فوت التقاء وخوف العارفين الهيبة والتعظيم
 وهو اشد الخوف لانه لا يزول ابداً وسائر هذه الانواع يسكن اذا قبلت
 بالرحمة والتطف واسئل رضى الله عنه عن المحبة فقال هي تشويشٌ في
 القلب يقم من المحبوب فتصير الدنيا عليه كحلفة خاتم او مجمع ماتم و

سكراً لا صحو معه وذكر لا محو معه وقلق لا سكن معه وخلص للمحبوب لكل وجه سراً وعلانية بإيثار اضطرار لا بإيثار اختيار وبارادة خلقه لا بإرادة كلفة والحب العما عن غير المحبوب غير عليه والعنى عن المحبوب هيبة له فهو عنى كنهه والمجنون سكرى لا يصحون الا بمشاهدة محبوبهم مرضى لا يفتقون الا بملاحظة مطلوبهم واسئل رضى الله عنه عن الشوق فقال احسن الاشواق ما كان عن مشاهدة فهو لا يفتقر عن اللقاء لا يسكن عن الروية ولا يذهب على الذنوب ولا يزول على الانس بل كلما ازداد لقاءً ازداد شوقاً ولا يصح الشوق حتى يتجرد من علله وهو موافقة روح او متابعة همة او حفظ نفس فيكون شوقاً مجرداً عن الاسباب فلا يدري السبب الذى اوجبه ذلك الشوق واسئل رضى الله عنه عن الموارد الالهية والطوارق الشيطانية فقال الوارد الالهى لا يأتى باستدعاء ولا يذهب بسبب ولا يأتى على نمط واحد ولا فى وقت مخصوص والطارق الشيطانى بخلاف ذلك واسئل رضى الله عنه عن البقاء فقال البقاء لا يكون الا مع اللقاء لان البقاء الذى ليس معه فناء لا يكون الا مع اللقاء الذى ليس مع انقطاع وهذا لا يكون الا ككلمة البصر او هو اقرب واسئل رضى الله عنه عن المعرفة فقال هي الاطلاع على معانى خفايا مكامن الكونيات وشواهد الحق فى جسيم الشئيات بتليم كل شئ منها على معانى وحدانية مع النظر الى الحق بعين القلب واسئل رضى الله عنه عن الوفاء فقال هو الرعاية لحقوق الله فى الحرمات ان لا يطالعهما بسرو ولا نظير والمحافظة على حدود الله قولاً وفعلًا والمسايرة الى مرضاته بالحكمة سراً وجهراً واسئل رضى الله عنه عن الهمة فقال الهمة ان يتعزى بنفسه عن حب الدنيا وبروحه عن التعلق بالآخرة وبقليه عن ارادة مع ارادة المولى ويتجرد سره عن الاشارة الى الكون ولو بلحمة واسئل رضى الله عنه لمقدم ذكرنا على ذكره فى قوله

تعالى اذكروني اذكركم وقدم محبته على محبتنا في قوله عز وجل يحبهم ويحبونه
 فقال الذكر مقام طلب وقصد والطلب مقدمة العطاء فلهذا قدم ذكرنا له
 واما المحبة فهي تحقق الالهية من محض القدر ليس للعبد فيها كسب ولا
 يضمن وجودها في العبد الا بعد بروزها من جناب الغيب على يد المشيئة والعبد
 هناك ساقط الكسب معحو السبب فلذا قدم محبة على محبتنا له واخبر المشايخ
 عن الشيخين ابي محمد طلحة بن مظفر وابي القاسم عمر بن مسعود البزاز قال
 قيل للشيخ معي الدين عبد القادر رضي الله عنه ان فلاناً وسوا احد مريديه يقول
 انه يرى الله تعالى بعين رأسه فاستدعى به واسأله عن ذلك فقال نعم فاستهره
 ومنها عن ذلك القول واخذ عليه ان لا يعود عليه فسألوا محق هذا ام مبطل قال
 هو ملتبس عليه وذلك انه اشهد ببصيرة نور الجمال ثم خرق من بصيرته الى بصر
 منفذ فرأى بصره بصيرته وبصيرته يتصل شعاعها بنور شهوده فظن ان بصره
 رأى ما شهدت البصيرة فحسب وهو لا يدري قال الله عز وجل مرج البحرين
 يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان قالوا فدهش اهل المجلس عن سماع هذا الكلام
 وقام بعضهم ومزق ثيابه وخرج الى الصحراء عرياناً وقال رضي الله عنه ينبغي للفقير
 ان يكون جوال الفكر دأب الذكر كثير العلم كثير الحلم جميل المنازعة قريب
 المراجعة اوسع الناس صدرأ وانزكى الناس نفساً ضحكة تبسم واستفهامه
 تعلم مذكراً للنافل معلماً للجاهل لا يؤذى من يؤذيه ولا يخالط فيما لا يعنيه
 ولا يثبت المصيبة ولا يتحدث بغيبة ودعاً عن المحترمات متوقفاً عن الشبهات
 عوناً للغريب ابا لليتيم بشراه في وجهه وحزنه في قلبه مشغولاً بفكره مسروراً بفقره
 اهلى من الشهد واصلب في الدين من الحديد لا يكشف سراً ولا يهتك سترأ
 لطيف الحكمة جلوا المشاهدة كثير الفائدة طيب المذاق حسن الاخلاق لين

الجانب طويل الضمت حليماً اذا جهل عليه صبوراً على من اساء اليه يبجل الكبير
 ويرحم الصغير ميتاً على الاناث بعيداً عن الغباثات الفه الثقي وخلقه الحياء كثير
 الحذر قليل الذل حركاته كلها ادب وكلماته عجب لا يذكرا احدا بغيبة
 وفوزاً صبوراً راضياً شكوراً قليل الكلام صادق اللسان لاسباب ولا تمام ولا عجل ولا
 حقود ولا حسود له لسان صفوان وقلب وقور وقول موزون وفكر لا يجول فيما كان
 ويكون فرضى الله عمن هذا وصفه وقال رضى الله عنه تفقه ثم اعتزل من عبد
 الله بغير علم كان ما يفسده اكثر مما يصلحه خذ منك مصباح شرع ربك من
 عمل اعلم اورثه الله علم ما لم يعلم واخبر جمع من المشائخ عن الشيخ ابي الرضا
 محمد بن احمد البغدادي المودب المعروف بالمفيد قال كنت كثيراً ما اتوقم من
 اساله عن شيء من صفات القطب فدخلت انا والشيخ ابو الخليل احمد بن اسعد
 بن وهب الهروي الى جامع الرصافة فوجدنا فيه الشيخ القدوة ابا سعيد القيلوي
 والشيخ القدوة علي بن الهيثمي رضى الله عنهم فسالت الشيخ ابا سعيد القيلوي
 عن ذلك فقال الى القطب انتهت رياسته هذا الامر في وقته وعنده يحط رحال
 جلالت هذا الشأن واليه يلقي امر الكون واهله في عصره قلت فمن هو في وقتنا
 هذا قال هو الشيخ محي الدين عبد القادر الجيلاني رضى الله عنه فلما تمالك
 ان وثبت وشبوا كلهم ليحضروا مجلس الشيخ عبد القادر الجيلاني ولا تقدم
 منا ولا تاخروا من الا من كان يشتهي ان يسمع منه شيئاً في هذا المعنى فوافينا
 يتكلم فلما استقر بنا المجلس قطع كلامه وقال اتي لواصف ان يبلغ وصف القطب
 ولا سلك في الحقيقة الاوله ماخذ مكين ولا درجة في الولاية الاوله فيه موطن
 ثابت ولا مقام في النهاية الاوله فيه قدم راسخ ولا مناظرلة في المشاهدة الاوله
 منها مشرب هنيئ ولا معراج الى مراقى الحضرة الاوله فيه مسرى على ولا

امري كوني الملك والملكوت الاول فيه كشف خارق ولا سر في عالم الغيب الشهادة
 الاوله اليه مطالعة ولا مظهر لوجود الاوله فيه مشاركة ولا فعل لقوي الا
 وله فيه مباطنة ولا نور الاوله منه قبس ولا معرفة الاوله فيها نفس ولا مجري
 تسابق الا وهو اخذ بغايته ولا مدي الواصل الا وهو مالک لنهايته ولا مكرمته
 الا وهو لها مخطوب ولا مرتبة الا وهو اليها مجذوب ولا نفس الا وهو فيها
 محبوب وهو حامل لواء الغر ومنقضى سيف القدرة وحكم دست الوقت وسلطان
 جيوش الحب وولي عهد التولية والعزل لا يشقى به حنسه ولا يغيب عنه
 مشهوده ولا يتواري عنه حاله لا مرمي فوق مرماه ولا مغشى فوق مفشاه ولا
 وجودا تهر من وجوده ولا شهودا ظهر من الشهوده ولا اقتفاء للشرع اشده من
 اقتفائه الا ان الله كائن بائن متصل منفصل ارضي سماوي ولولا ان جملة و
 تفصيله واوله واخره منطوي في حواشي تمكين المصطفى صلى الله عليه وسلم
 ومزوج رحيته بتسليم سمات رعايته ومحصور محصله في قبضة امره
 اقبالا وادبارا وجمعا وتفارقة لحدق القدر شياح لحكم ولو خلق لهذا الامر
 الذي اشير اليه لسان سمعهم ورايتهم عجائب وكل هذا انباء عنه رضى الله
 عنه عن حاله ومقامه ولهذا النشد بعده الابيات :

ما في الصباية منهل مستعذب	الا ولي فيه الا لذل لا طيب
او في الوصال مكانة مخصصة	الا منزلتي اعز واقرب
وهبت لي الايام رونق صفوها	فحلا مناهلها وطاب المشرب
وغدوت مخطوبا بكل كريمة	لا يهتدى فيها اللبيب ويخطب
اصبحت لا املا ولا امنية	ارجو ولا موعودة اترقب
انا من رجال لا يخاف جليهم	ما ريب الزمان ولا يري ما يهرب

قوم لهم في كل مجد رتبته علوية وبكل جيش موكب
 انابلبل الافراخ املاء دوحها طرباً وفي العلياً باز اشهب
 اصغت جيوش الحب تحت شيتي طوعاً ومهارمته لا تغرب
 ما زلت ارتع في ميادين الرضا حتى دهب مكامنة لا توهب
 اضحى الزمان كحلة مرقومية تذهو ونحن لها الطراز المذهب
 افلت شمس الاولين وشمسنا ابد اعلیٰ افق العلیٰ لا تغرب

ذکر وصال مبارک سے نقل کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں یہ روایت خالص طور پر قابل ذکر ہے کہ جناب غوث پاکؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہابؒ نے مرض الموت میں آپ سے وصیت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: بیٹا! تمہارے لیے تقویٰ بڑا ضروری ہے خدا کے بغیر کسی سے نہ ڈرو۔ کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرو۔ کسی غیر سے امید نہ لگاؤ۔ ہمیشہ اپنی حاجات اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو، نہ یقین کرو۔ اس کے علاوہ کوئی ذات اعتماد کے لائق نہیں۔ التوکید، التوکید، التوکید! اسی بات پر ساری اُمت کا اجماع ہے۔

مرض الموت میں آپ نے ایک اور جگہ فرمایا: جب دل اللہ سے لگایا جائے تو کسی دوسرے سے کچھ نہ مانگو۔ یہی میری گفتگو کا مغز اور خلاصہ ہے۔ آپ نے مرض الموت میں اپنی اولاد کو فرمایا: میری چار پائی سے ہٹ جاؤ اگرچہ ظاہراً میں تم لوگوں سے ہمکلام ہوں مگر باطنائیں اور ہستی کے ساتھ ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے اور مخلوق اور میرے درمیان اتنی ہی دوری ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان ہوا کرتی ہے۔

مجھے دوسروں پر قیاس نہ کرو اور نہ ہی دوسروں کو مجھ پر قیاس کیا کرو۔ تمہارے بغیر بھی اس وقت دوسرے حضرات میرے پاس آ رہے ہیں مجلس میں ان کے لیے جگہ دو اور جگہ

کھلی کر دو اور اُن کے احترام کا خیال رکھو، چونکہ وہ رحمتِ خداوندی کے حامل ہیں اس لیے اُن کے لیے جگہ خالی کر دی جائے۔

آپ کی اولاد میں سے ایک اور بزرگ نے بتایا کہ مرض الموت کے وقت آپ کی زبان سے اکثر و علیکم السلام نکلتا تھا اور فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بخشے اور میری اور آپ کی توبہ قبول فرمائے، مجھے ملک الموت کی کوئی پروا نہیں۔ ملک الموت تو اسے تلاش کرے جسے موت سے ڈر ہو۔ اے ملک الموت! اسے تلاش کر کے لاؤ جو ہمارے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے بعد آپ نے زور سے نعرہ بلند کیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

آپ کی اولاد میں سے ایک نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: کوئی شخص میرا حال دریافت نہ کرے اور نہ یہ پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کا سلوک میرے ساتھ کیسا ہے۔

آپ کے صاحبزادے عبدالرزاق موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں آپ کئی بار اپنا ہاتھ بڑھا کر و علیکم السلام فرماتے اور کہتے: توبہ کرو اور ان کی صف میں شریک ہو جاؤ۔ بین بھاری طرف آ رہا ہوں۔ اور پھر فرماتے: ذرا نرمی کرو، میں خود آ رہا ہوں۔ انہی باتوں میں آپ پر موت کی غنودگی طاری ہو گئی اور پھر لا الہ الا اللہ محمدٌ رَسول اللہ کہا۔

آپ کے ایک اور صاحبزادے حضرت موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے بڑی صحت کے ساتھ اللہ اللہ اللہ تین بار فرمایا۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ کے لیے چپ ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

یہ چیزیں ہم نے بزرگانِ قادریہ کے معمولات اور تصانیف سلسلہ عالیہ قادریہ کے آداب سے جمع کر دی ہیں اور بعض احوال ہم نے بزرگانِ

سلسلہ قادریہ سے بحیثیت خود مشاہدہ کیے ہیں۔ ہمارے شیخ سید جمال اللہ جمال الدین ابو حامد

بن عبدالرزاق بن عبدالقادر بن محمد بن شمس الدین بن شاہ میر بن علی بن مسعود بن احمد بن
 الصنفی بن عبدالوہاب بن شیخ الاسلام شیخ السموات والارضین محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ
 الحسنی والحسینی نے ماہ شوال ۹۸۵ھ کو ہمیں بعض معمولات کی اجازت عنایت فرمائی اور
 اس میں ظاہری شریعت کا احترام مقدم فرمایا اور کلام اللہ اور سنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان بزرگانِ قادریہ نے ہمیشہ عقاید اہلسنت پر عمل کیا۔
 ریاضتِ نفس، صبرِ جمیل، طلبِ مولیٰ، مصائب پر تحمل، لگاتار جہد و جہد، علوم دینی کی پیاس،
 فقراء کی مجلس، بادشاہوں سے اجتناب، انعیاء سے دوری، اللہ سے ہر وقت دعا و التجا،
 شیطان کے مکر سے توبہ و استغفار، اللہ کی رحمت کا اُمیدوار، دل میں حزن و رقت، جولانی
 فکر، اخوت و مودت، مساکین پر رحم، جود و سخا کا اختیار کرنا، بخل سے پرہیز، تمام امور
 میں میانہ روی، فواحشات سے اجتناب، الحب فی اللہ والبغض للہ، امر بالمعروف ،
 نہی عن المنکر، دین کے معاملات میں سختی سے پابندی، نزاعی امور کو چھوڑنا، طبیعت میں
 خوش مذاقی، احوال و کرامات کو ترک کر دینا، حکمِ قضا پر تسلیم خم کرنا، محبتِ شیخ میں غرق رہنا،
 اپنی توجہ شیخ میں لگائے رکھنا، تمام احوال میں جمعیتِ قلب کا اختیار کرنا، تمام اشیاء میں
 مشاہدہ حق کرنا۔

کتبہ: محمد شریف گل

